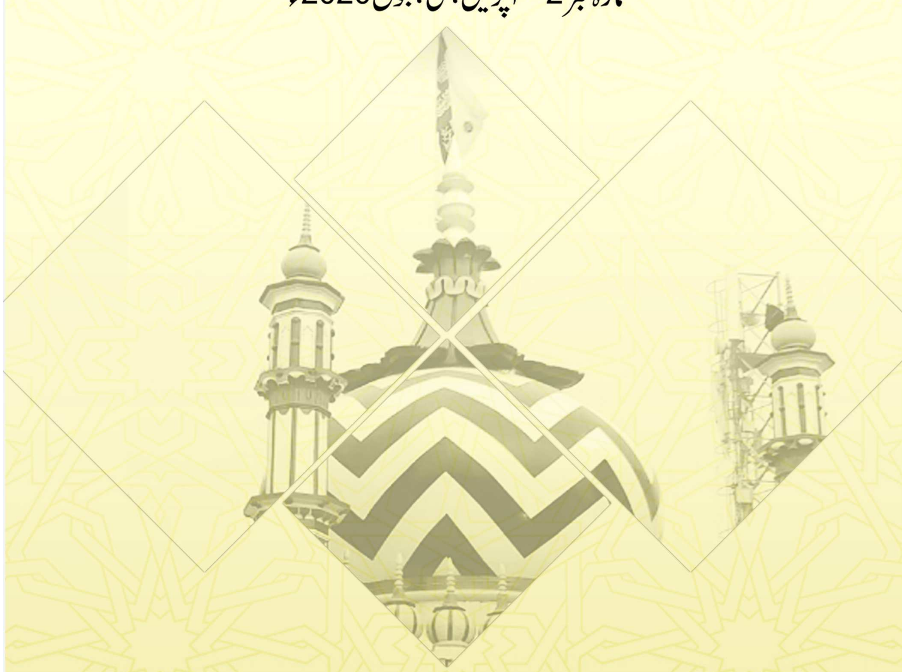
فروغِ افکار رضا، اذکار رضا- آن لائن مجلّہ

سہ ماہی

المختار

مالیگاؤں

شمارہ نمبر 2- اپریل، مئی، جون 2020ء



مدیر: ابوسِنان عتیق الرحمٰن رضوی

پیش کش:

المختار پبلی کیشنز، مالیگاؤں

Mob.:+919096957863
Email:sahebzada92@gmail.com

فروغِ افکارِ رضا، اذکارِ رضا- آن لائن مجلّہ

سہ ماہی مالیگاؤں

المختار

شمارہ نمبر 2- اپریل، مئی، جون 2020ء

مدیر:

ابوسِنان عتیق الرحمٰن رضوی

پیش کش: **المختار پبلی کیشنز**، مالیگاؤں

Mob.:+919096957863

Email:sahebzada92@gmail.com

❁ بفیض: تاج دارِ اہلِ سُنّت مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری وحضور تاج الشریعہ علیہما الرحمۃ ❁

-:-:- مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں -:-:-

مشعل

مدحتِ سرورِ دوسرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طوطیِ اصفہاں سُن کلامِ رضاؔ

از: مجدد دین وملت امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ

جب کہ پیدا شہِ انس و جاں ہو گیا
دور کعبہ سے لوثِ بتاں ہو گیا

دل مکانِ شہ عرشیاں ہو گیا
لامکاں لامکاں لامکاں ہو گیا

سر فدائے رہِ جانِ جاں ہو گیا
امتحاں امتحاں امتحاں ہو گیا

ان کے جلوے کا جس دم بیاں ہو گیا
گلستاں مجمع بلبلاں ہو گیا

ہر ستارہ شِ مولد مصطفیٰ
شمع داں شمع داں شمع داں ہو گیا

چرخِ گردوں ترے روضۂ پاک کا
سائباں سائباں سائباں ہو گیا

جس کو اس کے مکاں کا پتہ مل گیا
بے نشاں بے نشاں بے نشاں ہو گیا

تھا براقِ نبی یا کہ نورِ نظر
یہ گیا وہ گیا وہ نہاں ہو گیا

حق شفاعت سے تیری گنہگاروں پر
مہرباں مہرباں مہرباں ہو گیا

گلشنِ طیبہ میں طائرِ سدرہ کا
آشیاں آشیاں آشیاں ہو گیا

یا نبی لو خبر آتشِ غم سے میں
تفتہ جاں تفتہ جاں تفتہ جاں ہو گیا

گزرے جس کوچہ سے شاہِ گردوں جناب
آسماں آسماں آسماں ہو گیا

عشقِ ابرو میں میں رمزِ قوسین کا
نکتہ داں نکتہ داں نکتہ داں ہو گیا

کس کے روے منوّر کی یاد آگئی
دل تپاں دل تپاں دل تپاں ہو گیا

طوطیِ سدرہ مدحِ رخِ پاک میں
گل فشاں گل فشاں گل فشاں ہو گیا

طوطیِ اصفہاں سُن کلامِ رضاؔ
بے زباں بے زباں بے زباں ہو گیا

(ماخوذ از حدائق بخشش، سوم؛ ص ۱۵، مطبوعہ: کتب خانہ اہلسنت، پٹیالہ ۱۳۵۵ھ)

***

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ

اور گلستاں سج گیا۔۔۔

ابوسنان عتیق الرحمٰن رضوی، مالیگاؤں

الحمد للہ! فروغ افکار رضا کا آن لائن مجلہ سہ ماہی المختار، مالیگاؤں کا پہلا شمارہ 29، فروری 2020ء کو منظر عام پر آیا، جو محقق رضویات، سپہ سالار کاروانِ رضویات، حضرت علامہ سید شاہ وجاہت رسول تاباںؔ قادری علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات کے حوالے سے خصوصی شمارہ تھا۔ دنیا بھر میں کارِ رضا کے لیے رضا کارانِ رضویات کی ٹیموں، تحریکوں، اداروں، قلم کاروں کے محسن، ماہر رضویات، محقق اہل سنت، حضرت تاباںؔ قادری علیہ الرحمۃ کے فاتحہ چہلم کی مناسبت سے دنیاے اہل سنت میں آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے مختلف ممالک میں آپ کی یاد میں محافل کا انعقاد کیا گیا۔ آپ کی خدمات کے اعتراف کے ساتھ ساتھ آپ کو ایصال ثواب نذر کیے گئے۔ وہیں متعدد مقامات سے آپ کی حیات وخدمات پر خصوصی مجلہ، اور کتابیں شائع ہوئیں۔ المختار کا ''جہانِ وجاہت'' نمبر بھی آپ کی خدمات کے اعتراف اور خراج عقیدت کے لیے اس ضمن میں ایک چھوٹی سی کوشش تھی۔ جس میں حضرت تاباں علیہ الرحمہ کی زندگی کے بیشتر روشن پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی، اور نہایت قلیل مدت میں 200 صفحات پر مشتمل ''جہان وجاہت'' نمبر کی تدوین وترتیب عمل میں آئی، اور 29، فروری بروز سنیچر بعد نماز عشاء ایک باوقار تقریب میں شہر عزیز مالیگاؤں کے مشہور ومعروف عالم دین، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد نور الحسن رضوی مصباحی صاحب (ضلعی صدر، تحریک فروغِ اسلام) کے بہ دست آن لائن اجراء ہوا۔

فقیر اپنی کم علمی، اور نا اہلی کا معترف ہے، مگر رسالے کے منظر عام پر آتے ہی علما، مشائخ اور احباب کے تاثرات نے جذبات کو مزید مہمیز اور حوصلہ افزائی کا کام کیا۔ نیز کمیوں کی نشاندہی کر کے اصلاح و رہنمائی کا سامان کیا۔ اللہ پاک ان سب کو جزاے خیر کثیر سے نوازے۔ اور

ہمیں استقامت کے ساتھ کارِ رضا اور مشنِ رضا کے فروغ کے کاموں میں لگائے رکھے۔ آمین

تاباںؔ شناسی کے لیے پہلے 2019ء کے درمیان میں حضرت تاباںؔ کی حیات ہی میں ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے ضخیم مجموعہ مقالات کتابی صورت میں شائع کرنے کی تیاری کر لی تھی، اس مجموعہ کے لیے دنیا بھر کے محققین اور رضویات پر کام کرنے والوں بالخصوص حضرت تاباںؔ سے رابطے میں رہنے والوں سے ایک اچھا خاصہ مواد آپ نے مقالات ومضامین کی شکل میں جمع کر کے ترتیب دے دیا تھا، مگر کسی سبب وہ منظر عام پر آنہ سکا، البتہ ان کا ارادہ عرس چہلم پر اس اہم کام کو منصۂ شہود پر لانے کا تھا مگر فقیر اس کی اجرائی اور رونمائی سے بے خبر ہے۔

جب کہ حضرت تاباںؔ کے عزیز مولانا شرافت علی قادری رضوی صاحب، سمندری شریف نے عرس چہلم کی مناسبت سے آپ کی حیات کی چند تابندہ جھلکیوں پر مشتمل احبابِ تاباںؔ کے مقالات کا مجموعہ شائع کیا۔ اسی طرح ہمارے ملک عزیز ہندوستان کے بلند حوصلہ عالم دین حضرت مولانا کلام احمد ازہر القادری صاحب نے تاباںؔ شناسی کے جلوے بکھیرتے ہوئے ''آئینہ وجاہت'' نام سے مقالات ومنظومات کا مجموعہ ترتیب دیا، آپ نے حیات تاباںؔ کے درخشندہ گوشوں کو کم وبیش 455 صفحات میں بڑی محنت وجانفشانی کے ساتھ پرو کر رکھ دیا۔

وصال کے بعد سے ہی احباب گاہے بگاہے حضرت تاباںؔ قادری علیہ الرحمہ کی یاد میں محافل ایصال ثواب کا انعقاد کر رہے ہیں۔ برصغیر ہند و پاک کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں محبّین رضا آپ کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام کر رہے ہیں۔ فقیر کو متعدد احباب سے معلوم ہوا کہ وہ وصال کے بعد سے بلا ناغہ روزآنہ ایصال ثواب کا اہتمام کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ ان کا ذکر، ان کی خدمات کا اعتراف اور چرچا ہوتا رہے گا، سب خود بتا گئے ع

ہم تو تاباںؔ ہیں فقط احمد رضا کے عشق میں

حضرت تاباںؔ نے جس طرح استقامت واستقلال کے ساتھ ذکر رضاؔ، فکر رضاؔ، یاد رضاؔ میں

زندگی بسر کی اس کے جلوے ہمیں اب بھی نظر آتے ہیں، آہ! افسوس، صد افسوس! ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہم نے ایک قیمتی ہیرا کھو جانے کے بعد اس کی اہمیت اور قدر کو سمجھا، بلکہ کما حقہ اب بھی سمجھ نہیں سکے۔ ان شاء اللہ آئندہ شماروں میں بھی گوشہ وجاہت کے زیر عنوان حضرت تاباںؔ قادری علیہ الرحمہ کے حوالے سے مضامین ومنظومات کی اشاعت ہوتی رہے گی، اور آپ کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا رہے گا۔

اللہ پاک اپنے محبوب پاک، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم سب کو اسلاف و بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلائے، اور ان کے مشن کا سپاہی بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبحق الغوث الاعظم محی الدین رضی اللہ عنہ

رسالہ مارچ کے اواخر میں منظر عام پر ہونا تھا مگر فقیر نے اس رسالے میں ایک گوشہ ''احبابِ رضاؔ'' رکھا جن میں حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ۱۴ احباب کے حالات زندگی شامل کیے، پھر یوں ذہن بنا کے کیوں نا اس تعلق سے ایک شمارہ ہی خاص کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ اگلا شمارہ اس موضوع پر ترتیب دیا جائے گا۔

اس بیچ فقیر قادری دیگر کئی اہم کاموں میں مصروف رہا، جس کا تعلق فروغِ رضویات سے ہی ہے اس سبب رسالہ قبل از وقت منظر عام پر نہ لایا جا سکا۔ آپ کی نظروں کے سامنے جو رسالہ ہے وہ اپریل، مئی، جون ۲۰۲۰ء کا شمارہ ہے۔

لیجیے ''سہ ماہی المختار، مالیگاؤں'' کا نقش دوم مختلف عناوین بالخصوص رضویات اور حالاتِ حاضرہ پر مضامین ومقالات کا مجموعہ قارئین کی نذر کیا جاتا ہے۔ دوسرا شمارہ آپ کو کیسا لگا، اپنے تاثرات سے ضرور مطلع فرمائیں۔

ابوسِنان **عتیق الرحمٰن رضوی**، مالیگاؤں
12/03/2020ء

□□□

اب اسکرول کیجیے اور فروغ رضویات کے آن لائن مجلہ - سہ ماہی المختار - کا مطالعہ کیجیے۔

□□□

اوصافِ حمیدہ

امام احمد رضا کے اوصاف و معمولات

عمران خاکی، سرگودھا، پاکستان

امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز (1340ھ/ 1921ء) ایسے علمی، فکری اور عشق مصطفوی سے سرشار خاندان کے پروردہ تھے جو شروع ہی سے دینی اور دنیوی دونوں طرح کی عزت وشہرت اور محاسن وفضائل سے آراستہ تھے۔

اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ فاصلہ کا قابل عمل نمونہ تھے۔ عشق رسول، اتباع سنت، سخاوت و تواضع، اشاعت سنت اور ازالۂ بدعت جس کا طرۂ امتیاز تھا۔ امام احمد رضا اپنے علمی فضل وکمال کے ساتھ اعلیٰ انسانی اوصاف وکردار سے آراستہ اپنے خانوادہ کے سچے جانشین اور مظہر اتم تھے۔

حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن میاں قادری مارہروی سرہٗ آپ کے اوصاف وکمالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جامع کمالاتِ ظاہری و باطنی، صوری ومعنوی بنایا تھا، اوصاف وکمالات جس کو لے کر دیکھیے مولانا کی ذات میں بدرجہ کمال اس کا ظہور تھا۔''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ترتیب جدید، 141 / 1 مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

مولانا حسنین رضا بن مولانا حسن بریلوی آپ کے طرز گفتگو پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت قبلہ ہر شخص سے اس کی سمجھ کے موافق بات چیت کرنے کی مہارت رکھتے تھے۔ وہ ہر شخص سے اسکی سمجھ کے موافق بات چیت کرتے تھے۔ ایسے موقع پر ان کی زبانِ مبارک سے جو الفاظ نکلے وہ ان کے ہر مخاطب کے دل میں اتر گئے۔ اس واسطے کہ انہیں اپنی سطح سے ہر شخص

کی سطح پر اتر کر بات چیت کرنے کا پورا ملکہ تھا اور ارشاد سرکار دو عالم: 'لوگوں سے ان کی سمجھ کے موافق بات چیت کرو'، پر پورے عامل تھے۔''

(ص99'سیرتِ اعلیٰ حضرت مع کرامات'مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی افریقہ)

اس خصوص میں مولانا نے شواہد بھی پیش کیے ہیں جن کا ذکر یہاں طوالت سے خالی نہیں۔

طرز نشست و برخاست:

آپ کے خادمِ خاص جناب سید ایوب علی رضوی بریلوی کی روایت سے مولانا ظفر الدین قادری آپ کے بیٹھنے اور چلنے کے انداز کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضور (اعلیٰ حضرت) کی سبک خرامی کا یہ حال تھا کہ چلنے میں کبھی پائے مبارک کی چاپ سننے میں نہ آئی۔ نشست کا حال یہ تھا کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانو پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے۔ کتب بینی' یا لکھتے وقت پائے مبارک سمیٹ کر دونوں زانو اٹھائے رہتے' ورنہ سیدھا زانوے مبارک اکثر اٹھا رہتا اور دوسرا بچھا رہتا اور کبھی بایاں زانو ضرورتاً اٹھاتے تو داہنا بچھا لیا کرتے تھے۔ ذکر میلاد میں ابتدا سے انتہا تک ادباً دو زانو رہا کرتے' یوں ہی وعظ فرماتے' چار پانچ گھنٹے کامل دو زانو ہی منبر شریف پر رہتے۔ (حیات اعلیٰ حضرت 1/142)

سونے کی کیفیت:

اعلیٰ حضرت کے سونے کے مخصوص اور منفرد انداز و ادا پہ روشنی ڈالتے ہوئے آپ کے مستند سوانح نگار حضرات یوں رقم طراز ہیں:

اعلیٰ حضرت 24 گھنٹے میں صرف دو گھنٹے آرام فرماتے اور باقی تمام وقت تصنیف و کتب بینی اور دیگر خدماتِ دینیہ میں صرف فرماتے۔ (سیرت اعلیٰ حضرت'ص161)

ہمیشہ بشکل نام اقدس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سویا کرتے۔ اسی طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر''میم'' کہنیاں''ح'' کمر''میم'' پاؤں''دال'' بنکر گویا نام پاک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نقشہ بن جاتا۔

(ص112'سوانح اعلیٰ حضرت'مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی 1422ھ)

سوتے وقت جب آپ دونوں ہاتھوں کو ملا کر سر کے نیچے رکھتے تو انگلیوں کا انداز عجیب ہوتا۔ انگوٹھے کو انگشتِ شہادت کے وسط پر رکھتے اور باقی انگلیاں اپنی اصلی حالت پر رہتیں۔اس طرح انگلیوں سے لفظ اللہ بن جاتا۔گویا سوتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اللہ اور جسم سے محمد لکھ کر سوتے۔

(ص46، سیرت امام احمد رضا، رضوی کتاب گھر دہلی)

اس طرح سونے کا راز اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے (یہ) ظاہر فرمایا کہ سوتے وقت یہ فنافی الرسول اپنے جسم کو اس طرح ترکیب دے کر سوتے ہیں کہ لفظ محمد بن جاتا ہے۔اگر اسی حالت میں پیغام اجل آجائے تو زہے نصیب ورنہ دوسرا فائدہ تو حاصل کہ ستر ہزار فرشتے رات بھر اس نام مبارک کے گرد درود شریف پڑھتے ہیں اور وہ اس طرح سونے والے کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ (ص45، ایضاً وحیات اعلیٰ حضرت)

ہر کام میں تیامن:

اعلیٰ حضرت ہر کام داہنی جانب سے شروع کرتے۔مولانا صابر القادری نسیم بستوی تحریر کرتے ہیں:

''ناک صاف کرنے اور استنجا فرمانے کے سوا آپ کے ہر کام کی ابتدا سیدھے ہی جانب سے ہوتی تھی۔چنانچہ عمامۂ مبارک کا شملہ سیدھے شانہ پر رہتا، اس کے پیچ سیدھی جانب ہوتے اور اس کی بندش اس طور پر ہوتی کہ بائیں دست مبارک میں بندش اور داہنا دست مبارک پیشانی پر ہر پیچ کی گرفت کرتا تھا۔'' (ص89، مجدد اسلام مطبوعہ کان پور)

مولانا بدرالدین قادری رضوی لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص کو کوئی چیز دیتے اور وہ بایاں ہاتھ بڑھاتا تو فوراً دست مبارک روک لیتے اور فرماتے کہ: داہنے ہاتھ میں لو، بائیں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔بسم اللہ شریف کا عدد 786 لکھنے کا عام دستور یہ ہے کہ پہلے سات '7' پھر '8' اس کے بعد '6' لکھتے ہیں۔لیکن آپ پہلے '6' پھر آٹھ '8' تب سات تحریر فرماتے۔یعنی اعداد کو بھی داہنی جانب سے لکھتے۔ (ص113، سوانح اعلیٰ حضرت)

خودداری اور اغنیا سے بے نیازی:

مولانا ظفر الدین قادری سے رضوی نے اغنیا و امرا سے اجتناب اور خودداری کے تعلق سے

کثیر واقعات ذکر کیے ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ نقل کیا جارہا ہے:

''ایک بار نواب رام پور نینی تال جا رہے تھے۔ جب بریلی پہنچا تو حضرت شاہ مہدی میاں صاحب اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار نوٹ ریاست کے مدار المہام کی معرفت بطور نذرانہ اسٹیشن سے حضور (اعلیٰ حضرت) کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور والی ریاست کی جانب سے مستدعی ہوتے ہیں کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔

حضور (اعلیٰ حضرت) کو مدار المہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدار المہام صاحب سے فرمایا:

''میاں کو سلام عرض کیجیے اور کہیے گا کہ یہ الٹی نذر کیسی؟ مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنی چاہیے نہ کہ میاں مجھے نذر دیں۔ یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں واپس لے جائیے۔ فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلا سکوں اور نہ میں والیانِ ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جاسکوں۔

(حیات اعلیٰ حضرت جدید 1/209)

حق گوئی وبے باکی:

آپ کی حق گوئی، غیرتِ مذہبی اور دینی حمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں مارہروی کا بیان ہے کہ:

''ایک بار میں نے عرس صاحب البرکات شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے قبل مولانا (احمد رضا) کو طلب کر لیا تھا۔ درگاہ شریف کے ایک حجرہ میں قیام فرما تھے۔ مبارک جان نامی علی گڑھ کی ایک مشہور اور متمول رنڈی کسی کے یہاں مارہرہ آئی ہوئی تھی۔ درگاہِ معلیٰ میں حاضر ہوئی اور روضۂ شریف کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر گانا آغاز کرنا ہی چاہتی تھی۔ سازندوں نے ساز لگائے تھے۔ تو مولانا کی نظر پڑ گئی اور بے اختیار ہو کر حجرہ سے باہر تشریف لا کر ان سے فرمایا کہ: 'تم یہاں کیسے آئے؟ یہ درگاہِ معلیٰ ناچ گانے شیطانی کاموں کی جگہ نہیں۔ فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔' یہ فرمایا اور درگاہ سے ان لوگوں کو باہر کر دیا۔'' (حیات اعلیٰ حضرت 199)

فرماں برداری:

حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب قدس سرہ بیان کرتے ہیں:

''والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا (احمد رضا) کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا۔ اپنے حصہ جائیداد کے خود مالک تھے۔ مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالکہ ومترفہ تھیں۔ جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت 1/147)

بعض عادات کریمہ:

مولانا ظفر الدین قادری آپ کے خادم خاص سید ایوب علی رضوی بریلوی کی روایت سے یوں نقل کرتے ہیں:

''بشکل نام اقدس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) استراحت فرمانا' ٹھٹھا نہ لگانا' جماہی آنے پر انگلی دانتوں میں دبالینا اور کوئی آواز نہ ہونا' کلی کرتے وقت دست چپ (دایاں ہاتھ) ریش مبارکہ پر رکھ کر خمیدہ سر ہوکر پانی منہ سے گرانا' قبلہ کی طرف رخ کر کے کبھی نہ تھوکنا' نہ قبلہ کی طرف پائے مبارک دراز کرنا' نماز پنجگانہ مسجد میں با جماعت ادا کرنا' فرض نماز با عمامہ پڑھنا' بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرنا' یوں ہی لوہے کے قلم سے اجتناب کرنا' خط بنواتے وقت اپنا کنگھا' شیشہ استعمال کرنا' مسواک کرنا' سرِ مبارک میں پھلیل ڈلوانا۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت 1/143)

فروتنی وخاکساری:

مولانا ظفر الدین قادری رضوی جو اعلیٰحضرت کے ارشد تلامذہ اور خلفا میں ہیں اور آپ کے ساتھ سفر وحضر میں اکثر ساتھ ہوتے آپ کی تواضع وانکساری کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ کبھی قیمتی لباس' قیمتی عبا' قیمتی عمامہ وغیرہ استعمال نہیں فرماتے تھے' نہ خاص مشائخانہ انداز' خانقاہ' چلہ حلقہ وغیرہ یا خدام کا مجمع ہوتا۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ہر شخص حتی کہ چھوٹی عمر والے سے بھی نہایت خلق کے ساتھ ملتے۔ ''آپ'' اور ''جناب'' سے

مخاطب فرماتے اور حسب حیثیت اس کی توقیر و تعظیم فرماتے۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت 1/198)

آپ کے ایک عینی شاہد مولانا سید ابوسلمان محمد عبدالمنان قادری عظیم آبادی کا تحریری بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت:

''اخلاق نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ کی زیارت نے تمام وکمال فقیر پر یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریف ہوتی ہے وہ کم ہے۔''

(مکتوب بنام مولانا ظفر الدین قادری رضوی)

احترام علما:

محبت وعزت علما کے تعلق سے مولانا ظفر الدین قادری طویل زمانے تک کا براہ راست مشاہدہ یوں سپرد قلم کرتے ہیں کہ:

''میرے زمانہ قیام بریلی شریف یعنی 1312ھ سے 1320ھ تک علمائے اہلِ سُنّت و جماعت برابر تشریف لایا کرتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں؛ اب سب کی خاطر و مدارات حسب مرتبہ کی جاتی اور علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کی مسرت کی جو حالت ہوتی احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت 1/218)

تعظیم سادات:

تعظیم وتوقیر اور احترام سادات کے تعلق سے آپ کے طرزِ عمل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ساداتِ کرام جز و رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر و تعظیم ہیں اور اس پر پورا عمل کرنے والا ہم نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو پایا۔ اس لیے کہ وہ کسی سید صاحب کو اس کی ذاتی حیثیت ولیاقت سے نہیں دیکھتے بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جز و ہیں۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت 1/165)

سبقت سلام:

آپ کے خادم خاص سید ایوب علی رضوی آپ کے عام مسلمانوں سے سبقت سلام کے عمل کو بتاتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت نماز جمعہ کے لیے جس وقت تشریف لاتے فرش پر قدم رکھتے ہی حاضرین سے تقدیم سلام فرماتے۔ اور اسی پر بس نہیں، بلکہ جس درجہ میں وجودِ مسعود ہوتا، تقدیم سلام ہوتی جاتی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت 1/195)

فیاضی وغربا پروری:

مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی آپ کی سخاوت و فیاضی اور غربا پروری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کاشانۂ اقدس سے کوئی سائل خالی واپس نہ ہوتا، بیوگان کی امداد اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کے لیے آپ کی جانب سے ماہوار رقمیں مقرر تھیں۔''

(ص 111۔ سوانح اعلیٰ حضرت)

''سردیوں میں یہ معمول تھا کہ رزائیاں تیار کروا کر تقسیم کرتے تھے۔''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت 1/175)

ایسے بلند اوصاف و عادات، پاکیزہ اخلاق اور عظمت کردار و عمل کی حامل شخصیت کی پوری زندگی کے پیغام عمل کی جس کی آپ عملی و قلمی تبلیغ و ترسیل کرتے رہے کا خلاصہ آپ کے سوانح نگار مولانا بدرالدین احمد قادری یوں رقم فرماتے ہیں:

* دنیا بھر کی ہر ایک محبت و مستحق تعظیم چیز سے زیادہ اللہ و رسول کی محبت و تعظیم۔
* اللہ و رسول ہی کی رضا کے لیے اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی و محبت۔
* اللہ و رسول ہی کی خوشی کے لیے اللہ و رسول کے دشمنوں سے نفرت و عداوت۔

(ص 113، سوانح اعلیٰ حضرت)

***

داعیِ اسلام

امام احمد رضا-ترجمانِ فکر اسلامی

غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں

داعیانہ فہم وفراست کے ساتھ امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۹۲۱ء۱۸۵۶-ء) نے دین متین کی خدمت کا فریضہ انجام دیا۔جس کے باعث آپ کی خدمات میں وسعت و گہرائی اور گیرائی ہے،ساتھ ہی تحقیق وتدقیق اور فکر وشعور کی بالیدگی بھی ہے۔آپ کی تحقیقات علمیہ سے استفادہ کر کے قوم کی تعمیر وترقی کا فریضہ انجام دیا جا سکتا ہے۔آپ نے ایسے دور میں جب کہ انگریزی اقتدار سے یاسیت کے اندھیرے چھا چکے تھے اپنے حوصلہ افزا افکار سے قوم کے وجود کو تابناک بنادیا۔

افق ہندستان پر جتنی تحریکیں ابھریں خواہ وہ دینی ہوں یا سیاسی،سماجی ہوں ہو یا تعلیمی یا فکری ان تمام سے متعلق امام احمد رضا کے افکار قرآن،حدیث اور تعلیمات سلف وصالحین کی روشنی میں قوم کی رہ نمائی کرتے ہیں۔یہی سبب ہے کہ آپ کی خدمات سے استفادہ امت مسلمہ میں دینی بیداری اور باطل نظریات کے تدارک میں معاون اور ممکن العمل ہے۔آپ نے قرآن مقدس کے چشمۂ صافی سے استفادہ کیا۔کسی بھی علم وفن کی معاملہ ہو،آپ ہر ایک میں قرآن مقدس کو ہی اپنا رہ نما بناتے ہیں،اسی سے رجوع واستفادہ کی ترغیب وتعلیم دیتے ہیں۔اپنے معاصر دانش ور پروفیسر حاکم علی بی اے کو نصیحت آمیز انداز میں قرآنی احکام سے رجوع کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''محب فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دوراز کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی،نہ کہ سائنس نے اسلام۔وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل میں اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔جا بجا سائنس ہی کے

اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔''

(نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان، ص ۵۶، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۵ء)

۱۹ ؍ ویں صدی میں ہندستان پر قبضے کے بعد انگریز نے مسلمانوں کو ہر طریقے سے تباہ کرنے کے لیے لائحۂ عمل بنایا۔ داخلی و خارجی طور پر جو کچھ سازشیں اپنائی گئی تھیں ان کے زیر اثر مسلمان نیم جاں ہو چکے تھے۔ علم وفن، سیاست وتمدن کی راہ سے بھی اسلامی فکر وبصیرت چھیننے کے لیے انگریز نے ہر حربہ آزمایا۔ نظام تعلیم میں لادینی افکار رائج کیے گئے جس سے الحاد و بے دینی کو راہ ملی، اقبالؔ نے اسی تناظر میں کہا تھا:

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر	لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم	کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

علم وفن کا جو تصور اسلام نے دیا اس کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ علم وفن کی بہاریں ہیں وہ مسلم علما و محققین، اصحابِ علم وفن کی ہی بدولت ہیں۔ اسلام کے مقابل جتنے علوم رائج کیے گئے ان میں عمومی طور پر انسانیت کے لیے تباہی و بربادی کا پیغام ہے۔ دوسری طرف طبعی وسائنسی علوم کے ذریعے مسلمانوں نے وہ اصول ومبادیات وضع کیے جن سے ترقی کی راہیں ہموار ہوئیں۔ جب کہ اسی راہ پر جب یورپ چلا تو دنیا نے ایٹم کے منفی استعمال کا وہ تجربہ جھیلا جس سے انسانی قبا تار تار ہو کر رہ گئی۔ سائنس جب تک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنا سفر طے کرے گی، راحت پہنچائے گی۔ امام احمد رضا نے درحقیقت سائنس کو اسلام کا خادم بنا دیا۔ قرآن مقدس کی روشنی میں سائنس اور دوسرے علوم کی جانچ و پرکھ کا جو ضابطہ عطا کیا وہ آج بھی ہمارے لیے لائق عمل اور رہ نما ہے۔

یورپی نومسلم دانش ور ڈاکٹر محمد ہارون، سابق پروفیسر کیمبرج یونی ورسٹی (م ۲۰۰۸ء) نے مشاہدہ ومطالعہ کے بعد کہا تھا: '' آپ (امام احمد رضا) کا نظریہ تھا کہ سائنس کو کسی طرح بھی اسلام سے فائق اور بہتر تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی اسلامی نظریے، شریعت کے کسی جز یا اسلامی قانون سے گلو خلاصی کے لیے اِس کی کوئی دلیل مانی جا سکتی ہے۔ اگرچہ وہ (امام احمد رضا) خود سائنس میں

خاصی مہارت رکھتے تھے لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تھا آپ اُسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے تھے۔''

(امام احمد رضا کی عالمی اہمیت، ص ۸۔۹، نوری مشن مالیگاؤں)

امام احمد رضا نے انگریز کی سازشوں اور اُن کے اسلام مخالف منصوبوں سے قوم کو باخبر کرنے کی غرض سے علم وفن کے درجنوں گوشوں پر اعلیٰ معیار کی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ وہ تصور علم دیا جس میں عزم محکم ہے، حوصلۂ تابندہ ہے۔ آپ کی علمی تنقیدات سے اسلامی علوم کی عظمت اور صہیونی علوم کی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے، فرماتے ہیں:

''یورپ والوں کو طریقۂ استدلال اصلاً نہیں آتا۔''

(نزول آیات فرقان، ص ۵۵)

اہل یورپ (یہود و نصاریٰ) کا ہر کام چاہے ایجادات واختراعات سے متعلق ہو یا سیاسی و سماجی مسائل سے متعلق ہو، اسلام دشمنی کا مظہر ہوتا ہے۔ انھیں استدلال کی اسی لیے تمیز نہیں کہ استدلال سے اسلام کی حقانیت وسچائی کا نور پھوٹتا ہے، بے شک! استدلال کی قوت اسلام میں ہے۔ اسلام سے رجوع میں ہی نجات ہے، اسی میں کامیابی ہے، اسی تناظر میں درج ذیل تصانیف رضا کا مطالعہ اور ان میں غور وخوض قوم کے تعلیمی وتعمیری ورثہ میں ترقی کا سبب بنے گا، ارباب علم وفکر ان تصانیف سے استفادہ کر کے قومی عروج وترقی کے لیے ذہن سازی کریں:

(۱) المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ....

تفسیری مباحث پر مبنی یہ کتاب ہندستان کے سیاسی حالات میں مسلمانوں کی اسلامی فکر سازی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی - مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۲) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم ....

عمرانیات و معاشیات کے موضوع پر عربی زبان میں تحریر کی، اردو ترجمہ بھی شایع ہے - مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۳) کشف العلۃ عن سمت القبلۃ ....

ہیئت وفلکیات کے موضوع پر اہم کتاب-مطبوعہ بریلی وکراچی وممبئی

(۴) فوز مبین در رد حرکت زمین ....

حرکت زمین کے رد میں اسلامی سائنسی اصولوں پر مبنی نا قابل تردید دلائل سے آراستہ کتاب، مغربی فلاسفہ کے لیے آج بھی ایک علمی چیلنج-مطبوعہ بریلی وممبئی وکراچی

(۵) نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان ....

قرآنی دلائل سے مزین ایمان افروز کتاب-مطبوعہ ممبئی وکراچی

(۶) الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمۃ ....

فلاسفہ کے قدیم افکار کے رد میں تصنیف کی-مطبوعہ ممبئی وکراچی

(۷) معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین ....

سائنسی موضوع پر امریکی ہیئت داں البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کے رد میں سائنسی استدلال سے مزین تحریر-مطبوعہ بریلی وممبئی وکراچی

(۸) رسالہ در علم لوگارثم ....

علم لوگارثم پر علمی دقائق سے پر تحریر-مطبوعہ ممبئی وکراچی

(۹) مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید ....

فلاسفہ وسائنس کے طبعی افکار پر اسلامی فکر ونظر کی توضیح-مطبوعہ مبارک پور، بریلی، ممبئی ولاہور

یہ صرف ایک جھلک ہے، تصانیف رضا جن کی تعداد ہزار کے لگ بھگ ہے ان میں علم وتحقیق کا دریا رواں دواں ہے، درجنوں علمی مباحث قلم رضا سے تحریر ہو کر منصہ شہود پر آئے ہیں۔ خوشہ چینانِ بزم علم وفن نے مطالعہ وتجزیہ کے بعد اسلوبِ رضا، علم رضا، فکر رضا، نثر ونظمِ رضا کا کھلے طور پر اعتراف کیا ہے اور آپ کو اپنے عہد کا ''عبقری'' اور ''نابغہ'' مانا ہے جب کہ تحقیقاتِ رضویہ کا فیضانِ علمی آج بھی رہ برو رہ نما ہے۔ مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' (قدیم ۱۲/جلدیں-جدید ۳۰/جلدیں) تو علم وفن کا انسائیکلو

پیڑ یا ہے۔جس کی گہرائی و گیرائی سے متعلق مولانا کوثر نیازی فرماتے ہیں:

''فقہ حنفی میں ہندستان میں دو کتابیں مستند ترین ہیں۔ان میں سے ایک ''فتاویٰ عالم گیریہ'' ہے جودراصل چالیس علما کی مشترکہ خدمت ہے۔دوسرا ''فتاویٰ رضویہ'' ہےجس کی انفرادیت یہ ہے کہ جوکام چالیس علمانے مل کرانجام دیا وہ اس مردمجاہد نے تنہا کر کے دکھادیا۔اور یہ مجموعہ ''فتاویٰ رضویہ'' ''فتاویٰ عالم گیریہ'' سے زیادہ جامع ہے۔اور میں نے جو آپ کوامام ابوحنیفہ ثانی کہا ہے وہ صرف محبت یاعقیدت میں نہیں کہا بلکہ ''فتاویٰ رضویہ'' کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ اس دور کے ابوحنیفہ ہیں۔آپ کے فتاویٰ میں مختلف علوم وفنون پر جوبحثیں کی گئی ہیں ان کو پڑھ کر بڑے بڑے علما کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔کاش کہ اعلیٰ حضرت کی حیات اس دور کومیسر آجاتی تا کہ آج کل کے پے چیدہ مسائل حل ہوسکتے۔کیوں کہ آپ کی تحقیق حتمی ہوتی،مزید کی گنجائش نہ ہوتی۔''

(امام احمد رضاایک ہمہ جہت شخصیت،ص ۳۰۔ ۳۳،رضا اسلامک مشن بنارس)

فکر رضا کا ایک اہم نکتہ ''وقت'' کا صحیح و درست استعمال ہے۔آپ کی زندگی وقت کی قدر ظاہر کرتی ہے۔جس قدر دینی وعلمی اور تحقیقی کام آپ نے انجام دیے انھیں دیکھا جائے تو حیرت بڑھتی جاتی ہے،اور آپ پر اللہ کریم کی عطاونوازش کا جلوہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔آپ نے ایسے عہد میں جب کہ انگریز نے اغوائے فکر کے تمام حربے آزما ڈالے تھے اسلامی عقائد وتعلیمات کی حفاظت و صیانت کے لیے ہزار کے قریب کتابیں قوم کوعطا کر کے وقت کی قدر سکھائی ہے۔آپ کے نزدیک باطل عقائد سے پر کتابوں کا مطالعہ ناروا اور مضر ہے اور ان میں انہماک تضییع اوقات۔امام احمد رضا ایسی تعلیم میں مشغول ہونا فضول اور حرام قرار دیتے ہیں،فرماتے ہیں:

''جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے اس طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روانہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاویٰ رضویہ(جدید) جلد ۲۳ ص ۵۳۳، برکات رضا پور بندر گجرات)

موجودہ حالات میں جب کہ علم وفن حاصل کیے بغیر اسلام مخالف نظریات کا مقابلہ نہیں کیا

جا سکتا ضروری ہے کہ مسلمان قرآن کے آئینے میں ہر علم وفن میں موشگافی کریں۔ دین کا علم پہلے حاصل کریں، اور پھر جدید علوم سائنس وفلسفہ، معاشیات وسیاسیات، سماجیات وعمرانیات، حیاتیات و طبیعیات سبھی میں آگے بڑھیں، امام احمد رضا کی مبارک زندگی اس کی مثال ہے کہ ہر ہر علم وفن میں آپ یکتائے روزگار نظر آتے ہیں۔ آپ نے عہد غلامی میں حوصلہ افزا تاریخ رقم کی۔ سیوطی وغزالی، رازی وابن عربی، مجدد الف ثانی وشاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علم کی یاد تازہ کر دی۔ گزری کئی صدیوں میں آپ جیسی تہ دار اور ہمہ جہت شخصیت کوئی اور نظر نہیں آتی۔ آپ کے معاصرین، یا متاخرین کی تصانیف کی علمیت اپنی جگہ لیکن جیسی تحقیقی بصیرت تحقیقات رضویہ میں ہے اسے منفرد و ممتاز اور فائق ہی کہا جا سکتا ہے۔ اور پھر آپ کی تحقیقات وتحریرات میں موجودہ عہد کے مسائل کا حل موجود ہے اس لیے ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی تصانیف رضا کی افادیت کم نہ ہوئی بلکہ زمانے کو ان کی ضرورت ہے۔ ان میں اسلاف کرام کی صدیوں کی کاوشات کا نچوڑ ہے۔

اسلامی بنیادوں پر سائنسی علوم کے احیا وفروغ کے لیے فکر رضا کی روشنی میں تلامذہ و خلفائے رضا نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ مقصد یہی تھا کہ مسلمان جدید فتنوں کے مقابلہ کے لیے معاصر علوم سے آگاہ ہو کر اسلامی تعلیمات پر استقامت اختیار کر لیں۔ اسلام کے عظیم داعی شاگردِ رضا مولانا عبدالعلیم میرٹھی رضوی فرماتے ہیں:

''رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف شنگھائی (Royal Asiatic Society of Shanghai) کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میں نے واضح کیا تھا کہ سائنس اور مذہب کے باہمی تضاد کا مفروضہ صرف غلط فہمیوں کی بنیاد پر ہے اور مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ میری اس بات کو غیر معمولی طور پر سراہا گیا۔ بلا شبہہ جن لوگوں کے نزدیک مذہب اور سائنس کے مابین تضاد موجود ہے وہ حقیقتاً مذہبی نظریہ کو غلط معانی دیتے ہیں، وہ دراصل مذہب نہیں ہے وہ دیومالائی قصے ہیں اور توہمات کے سوا کچھ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب بہ ذات خود ایک سائنس ہے۔''

(سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصہ، مترجم رضا فاروقی، مشمولہ تبرکات مبلغ اسلام ص ۴۹۱، اویسی بک اسٹال گوجراں والہ ۲۰۰۴ء)

سائنس کا مطالعہ جب بھی قرآن کی روشنی میں کیا جائے گا اسلام کا حسن نکھر کر سامنے آئے گا، اسلام کی سچائی ذہن وفکر کی بزم کو روشن ومنور کردے گی۔ امام احمد رضا نے سائنس کی اسی مثبت حیثیت کو اجاگر کر کے قرآن سے مسلمانوں کو قریب کیا ہے۔ اور آپ کی مقبولیت کا یہ بھی ایک سبب ہے جس کی بنیاد پر اسلامی معاشرہ میں امام احمد رضا کے نام وکام کی گونج سنائی دیتے رہتی ہے۔ نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون نے اسلامی حکمت ودانائی کے تناظر میں مشنِ رضا کی اس خوبی کو اپنے مقالہ Islam and Limits of Science میں ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے:

''ہمارا بنیادی مقصد بہر صورت یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمت ودانائی کو دوبارہ سے بحال کرنا ہے، یہ مقصد حیات حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تھا اور یہی نظریہ تمام اسلامیان اہل سنت کا ہونا چاہیے۔''

(اسلام اور سائنس کے حدود، ص ۴۸، رضا اکیڈمی برطانیہ ۲۰۰۶ء)

یاد رکھیے! کام یابی وکامرانی صرف اسلام میں ہے، اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے، امام احمد رضا کے نزدیک اسلامی احکام کو فوقیت حاصل تھی، وقت اور حالات کے دھارے اسی سبب آپ کی فکر کو زیر نہ کر سکے، آپ کی اسلامی حمیت کو ختم نہ کر سکے، اکابر نے باطل کی تیز وتند آندھیوں سے چمن اسلام کی حفاظت کی خاطر جو قربانیاں پیش کیں انھیں کی جھلک امام احمد رضا نے زمانے کو دکھلا دی، حکیم محمد حسین بدر علیگ نے سچ کہا: ''آپ نے وہی فریضہ ادا کیا جو حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہما اللہ نے اپنے وقت میں انجام دیا تھا۔''

(سات ستارے، ص ۴۲، کنزالایمان سوسائٹی ۲۰۰۶ء)

امام احمد رضا نے مسلمانوں کی معاشی وتعلیمی، اعتقادی وفکری رہ نمائی کی غرض سے ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء میں ۴ر نکاتی منصوبہ ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' اور ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء میں دس نکاتی منصوبہ (مطبوعہ فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی ممبئی، جلد ۱۲) پیش کیا جس کا مقصد مسلمانوں میں

اسلامی بصیرت کے ساتھ ساتھ تعلیمی استعداد و لیاقت پیدا کرنی تھی، اس منصوبے کی اسی دور میں اشاعت ہوئی، راقم نے اپنے ایک مقالے میں ان منصوبوں کا تجزیہ علمی و تعلیمی نقطۂ نظر سے کیا ہے............ بہرکیف! ان نکات میں قومی لحاظ سے رہ نمائی کا وہ ضابطہ موجود ہے جس میں آفاقیت کے ساتھ ساتھ قوت عمل کی تحریک بھی ہے۔ اس وقت کے سیاسی حالات جن میں ایمانی بصیرت کے خاتمہ کے سامان کیے جا چکے تھے ان نکات میں حوصلہ افزا فکر کے ساتھ ساتھ اسلامی تشخص کا مکمل دستور بھی ملحوظ رکھا گیا، ان نکات کی بابت برطانوی دانش ور ڈاکٹر محمد ہارون لکھتے ہیں:

''یہ تعلیمی پالیسی خواہ وہ ہمارے اپنے اداروں کا نظام تعلیم ہو یا دیگر لوگوں کا مقرر کردہ نظام تعلیم ہو، ہر ایک کے لیے یک ساں اہمیت کی حامل ہے۔ اگر چہ امام احمد رضا نے یہ نکات تقریباً ایک صدی قبل پیش فرمائے تھے، لیکن ان کی اہمیت اور افادیت سے آج کے موجودہ نظام تعلیم میں بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔''

(امام احمد رضا کے جدید اصلاحی اسلامی تعلیمی نظریات، ص ۱۹، رضا اکیڈمی یو کے ۲۰۰۵ء)

امام احمد رضا کی سیاسی رہ نمائی بھی قرآن کے آئینے میں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تحریکات جن کی امام احمد رضا نے مخالفت کی تھی وقت اور حالات نے ان کی اصلیت کھول کر رکھ دی۔ دنیا نے دیکھا کہ جن بنیادوں پر امام احمد رضا کی مخالفت کی گئی تھی وہ کھوکھلی تھیں، مخالفت کرنے والے مشرک لیڈران کی تجاویز آنکھیں بند کر کے تسلیم کر رہے تھے اور ان کا نتیجہ صرف تباہیِ مسلمین کی صورت میں سامنے آیا، مشرکین کی اسلام مخالف پالیسی کھل گئی۔ امام احمد رضا کے سیاسی افکار میں گہرائی تھی، ملت اسلامیہ کا درد تھا، انھیں اسلام کا وقار عزیز تھا، اسی لیے وہ اتحاد اسلامی کے قائل تھے۔ اتحاد کے وہ نعرے جن سے اسلامی تشخص جاتا رہے اس کی وہ شدید مخالفت کرتے تھے، اور یہی دور اندیشی اور حکمتِ مومنانہ بعض نادانوں کو نہیں بھائی، جب کہ ہونا تو یہ تھا کہ امام احمد رضا کی فکر و بصیرت سے استفادہ کر کے امت مسلمہ میں اسلامی بنیادوں پر اتحاد کی راہ ہم وار کرنے کی طرف پیش قدمی کی جاتی، اور بچے کھچے ملی سرمائے کو داؤ پر لگانے سے احتراز کیا جاتا، عربی کے ممتاز استاذ ڈاکٹر ظہور احمد

اظہرؔ نے مشاہدے کی بنیاد پر لکھا:

''ان کی فکر کو حدود میں قید کرنے کی سعی لا حاصل بھی ہوئی اور ان کی شخصیت کو بھی چھپانے اور ڈھانپنے کے جتن ہوتے رہے مگر جس فکر کا محور و مرکز حضرت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں بھلا وہ کہیں حدود و قیود کو قبول کر سکتی ہے اور جس شخصیت کو فکر قرآنی نصیب ہوا سے اندھیروں میں تو نہیں چھپایا جا سکتا۔''

(مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، ص ۱۴، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۱۱ء)

الحمدللہ! اب حالات تیزی سے بدل رہے ہیں منفی افکار دم توڑ رہے ہیں۔ امام احمد رضا کی دینی و علمی خدمات کا شہرہ بڑھتا اور پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ امام احمد رضا نے فکر اسلامی کی حفاظت و ترجمانی میں جو عظیم ذخیرۂ علم عطا کیا ہے اس کی اشاعت و توسیع ہم سب کی ذمہ داری ہے، اس سے جہاں ہماری قومی تاریخ کا دھارا ارتقا پذیر ہوگا وہیں نسلِ نو کے لیے تعمیری ذہن سازی کا سبب بھی ہوگا۔ تمام اہل سنت کو چاہیے کہ اتحاد اہل سنت کے لیے امام احمد رضا کے علمی نوادرات و آثار سے اکتساب فیض کریں۔ یہی ہم سب کی ذمہ داری ہے، یہی وقت اور حالات کا تقاضا ہے، ہر فن، ہر شعبۂ علم و تحقیق میں امام احمد رضا کے افکار کو رہ نما بنا لیا جائے تو یاسیت کے اندھیرے دم توڑ دیں گے اور امید کے اجالے ذہن و فکر میں خوش گوار انقلاب برپا کریں گے: ؎

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

***

نابغۂ روزگار

امام احمد رضا۔عبقری الھند

مولانا خالد ایوب مصباحی، جۓ پور، راجستھان

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ (1856۔1921) کی کل تصانیف کی تعداد کوئی ایک ہزار ہے جن میں سے تقریبا چار سو سے پانچ سو کے بیچ مطبوعہ ہیں اور بقیہ غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ کی یہ تصانیف براہ راست پچاس سے زائد علوم وفنون سے متعلق ہیں۔

اللہ رب العزت نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ (1856۔1921) کی طبیعت کو علم وعمل سے کچھ ایسا مربوط فرما رکھا تھا کہ آپ کی گفتار کو بجا طور پر علم اور کردار کو عمل سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ لکھتے لکھتے اور پڑھتے پڑھتے آپ کے مزاج میں کچھ ایسا رنگ پیدا ہو گیا تھا کہ آپ کی ہر تحریر اور ہر قول بجاے خود ایک عظیم برہان کی حیثیت رکھتا ہے۔ ''فتاوی رضویہ'' کے نام سے تیس ضخیم جلدوں کو محیط آپ کی زندگی کے ایک چوتھائی فتاوی آپ کی جس علمی مہارت اور عبقریت کا منہ بولتا ثبوت ہیں، وہ غیر معمولی مہارت مدتوں بعد کسی خوش نصیب کا حصہ ہوا کرتی ہے۔ جبکہ چار حصوں پر مشتمل ''الملفوظ'' نامی آپ کے ملفوظات بھی بلاشبہ عظیم علمی شاہ کار ہیں۔

آپ کی کل تصانیف کی تعداد کوئی ایک ہزار ہے جن میں سے تقریبا چار سو سے پانچ سو کے بیچ مطبوعہ ہیں اور بقیہ غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ کی یہ تصانیف براہ راست پچاس سے زائد علوم وفنون سے متعلق ہیں۔

یوں تو امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے جن موضوعات پر بھی خامہ فرسائی کی ہے، ان پر آپ کے قلم حق رقم کو حرف آخر لکھنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ بلکہ بسا اوقات تو یہ کمال بھی نظر آتا ہے کہ آپ نے بعض ان فنون پر بھی قلم برداشتہ تحقیقات پیش کی ہیں جن کا سر رشتہ اسلامی درس گاہوں سے منقطع تھا اور بظاہر ان میں آپ کا کوئی استاذ نہیں تھا، پھر بھی نہ صرف آپ نے ان پر لکھا ہے بلکہ لکھنے کا حق ادا کیا ہے۔

سائنس جسے آج تک اسلامی درس گاہوں میں مقبول فن کی حیثیت حاصل نہیں ہوسکی، آپ نے اپنے زمانے میں اس نو پید فن میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' آپ کی نادر تحقیقات کا وہ گراں قدر علمی تحفہ ہے، جس میں آپ نے ایک سو پانچ عقلی دلیلوں سے اس شرعی نقطہ نظر کو ثابت کیا ہے کہ چاند اور سورج گھوما کرتے ہیں، زمین اپنی جگہ ساکن ہے۔ اس سلسلے میں کمال علمی کی انتہا یہ ہے کہ ان ایک سو پانچ دلیلوں میں سے نوے دلیلیں تنہا آپ کی استنباط کردہ ہیں اور پندرہ دلیلیں وہ ہیں جو اکابر و اسلاف سے مستفاد ہیں۔ اس طرح کے خشک موضوع پر یہ کمال علمی محض عطیہ ربانی ہوسکتا ہے اور بس۔

اسی موضوع پر نقلی دلائل سے بھرپور آپ کے دو رسالے اور بھی ہیں۔ لگ بھگ ٹھیک یہی صورت حال علم توقیت، نجوم، ہیئت، ہندسہ اور لوگارثم وغیرہ کی ہے۔

لیکن بایں ہمہ چوں کہ علم فقہ وفتوی آپ کی خاص جولان گاہ تھی اور اسی سے آپ کی طبیعت کو سب سے زیادہ انس بھی تھا۔ اس لیے اس فن میں آپ نے جس انداز کی علمی مہارت کا مظاہرہ فرمایا ہے اس سے متاثر ہوکر عرب دنیا نے بھی بجا طور پر اپنے وقت کا ابوحنیفہ اور عبقری الھند قرار دیا۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ نے مروجہ علوم سے سند فراغ حاصل کی اور مسند افتا کو زینت کو بخشی اور پھر جب یہ سلسلہ چلا ہے تو زندگی بھر چلتا رہا۔ آپ کے دارالافتا کی شان یہ تھی کہ پورے براعظم کا سب سے بڑا دارالافتا تھا جس میں بیک وقت پانچ پانچ سو استفتا جمع ہوجاتے تھے۔ فتوی نویسی کے سلسلے میں آپ کی عادت تھی کہ سوال کرنے والا جس انداز اور جس زبان میں سوال کرتا آپ اسی کے مطابق جواب دیتے۔ اسی لیے اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور دیگر زبانوں میں بھی آپ کے فتاوی ملتے ہیں جبکہ شاعری کی زبان میں پوچھے گئے سوالوں کے جواب اشعار کے روپ میں ہیں۔ آپ کے فتووں کی خاص بات یہ ہے کہ آپ سوال کے ہر ہر حصے کو ایسا نچوڑ کر رکھ دیتے ہیں جس کے بعد پوچھنے والے جہاں کسی بھی قسم کی کوئی تشنگی نہیں رہ جاتی وہیں ایک مسئلے بغیر پوچھے معلوم ہوجاتے ہیں اور مسئلے کی نوعیت و مکمل صورت حال ذہن میں منقش ہوجاتی ہے۔ آپ کے اس شان افتا کے وہ لوگ بھی مداح ہیں جو

نظریاتی طور سے مسلک اہل سنت و جماعت سے منسلک نہیں۔اس ضمن میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی مثال پیش کی جاسکتی ہے جنہوں نے جم کر آپ کے فتوؤں کی تعریف کی ہے۔

سردست موقع کی مناسبت سے بطور مثال آپ کے ایک فتوے کا صرف ایک جز تلخیص اور تسہیل کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔جس میں آپ نے وضو کی ان جگہوں کا ذکر کیا ہے جن پر غفلت کی وجہ سے پانی نہ پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے۔جبکہ حکم شرع یہ ہے کہ اعضاے وضو میں سے اگر کوئی بھی حصہ خشک رہ جاتا ہے تو وضو نہیں ہوتا اور جب وضو نہیں تو نماز بھی نہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ وضو میں چار فرض ہیں۔چہرہ اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔چوتھائی سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھونا۔ان چار اعضا کے اندر اگر ہمیں کوئی دس حصوں کے بھی نام پوچھ لے تو شاید ہم نہ بتا پائیں لیکن امام رضا خاں علیہ الرحمہ کیا فرماتے ہیں، پڑھیے:

وضو میں پچیس 25 جگہیں ہیں جن کی خاص احتیاط مرد اور عورت سب پر لازم ہے:

(۱) پانی مانگ یعنی ماتھے کے سرے سے پڑنا، بہت لوگ لپ یا چُلّو میں پانی لے کر ناک یا ابرو یا نصف ماتھے پر ڈالتے ہیں پانی تو بہہ کر نیچے آیا وہ اپنا ہاتھ چڑھا کر اوپر لے گئے اس میں سارا ماتھا نہ دُھلا بھیگا ہاتھ پھرا اور وضو نہ ہوا۔

(۲) پٹیاں جھکی ہوں تو انہیں ہٹا کر پانی ڈالے کہ جو حصہ پیشانی کا اُن کے نیچے ہے دُھلنے سے نہ رہ جائے۔

(۳) بھوؤں کے بال چھدرے ہوں کہ نیچے کی کھال چمکتی ہو تو کھال پر پانی بہنا فرض ہے صرف بالوں پر کافی نہیں۔

(۴) آنکھوں کے چاروں کوئے، آنکھیں زور سے بند کرے، یہاں کوئی سخت چیز جمی ہوئی ہو تو چھڑا لے۔

(۵) پلک کا ہر بال پورا بعض وقت کیچڑ وغیرہ سخت ہو کر جم جاتا ہے کہ اُس کے نیچے پانی نہیں بہتا اُس کا چھڑانا ضرور ہے۔

(۶) کان کے پاس تک کنپٹی ایسا نہ ہو کہ ماتھے کا پانی گال پر اتر آئے اور یہاں صرف بھیگا ہاتھ پھرے۔

(۷) ناک کا سوراخ (ناک کا سوراخ، ہاتھ پاؤں کے چھلّے، کلائی کے گہنے چُوڑیاں) اگر کوئی گہنا یا تنکا ہو تو اسے پھرا پھرا کر ورنہ یونہی دھار ڈالے، ہاں اگر بالکل بند ہو گیا تو حاجت نہیں۔

(۸) آدمی جب خاموش بیٹھے تو دونوں لب مل کر کچھ حصہ چھپ جاتا کچھ ظاہر رہتا ہے یہ ظاہر رہنے والا حصہ بھی دُھلنا فرض ہے، اگر کُلّی نہ کی اور منہ دھونے میں لب سمیٹ کر بزور بند کر لیے تو اس پر پانی نہ بہے گا۔
(۹) ٹھوڑی کی ہڈی اُس جگہ تک جہاں نیچے کے دانت جمے ہیں۔
(۱۰) ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں۔
(۱۱) انگلیوں کی کروٹیں کہ ملنے پر بند ہو جاتی ہیں۔
(۱۲) دسوں ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے، ہاں مَیل کا ڈر نہیں۔
(۱۳) ناخنوں کے سرے سے کُہنیوں کے اوپر تک ہاتھ کا ہر پہلو، چُلّو میں پانی لے کر کلائی پر اُلٹ لینا ہرگز کافی نہیں۔
(۱۴) کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک۔ ایسا نہ ہو کہ کھڑے بالوں کی جڑ میں پانی گزر جائے نوکیں رہ جائیں۔
(۱۵) آرسی، چھلّے اور کلائی کے ہر گہنے کے نیچے۔
(۱۶) عورتوں کو پھنسی چُوڑیوں کا شوق ہوتا ہے اُنہیں ہٹا ہٹا کر پانی بہائیں۔
(۱۷) چوتھائی سر کا مسح فرض ہے پوروں کے سرے گزار دینا اکثر اس مقدار کو کافی نہیں ہوتا۔
(۱۸) پاؤں کی آٹھوں گھائیاں۔
(۱۹) یہاں انگلیوں کی کروٹیں زیادہ قابلِ لحاظ ہیں کہ قدرتی ملی ہوئی ہیں۔
(۲۰) ناخنوں کے اندر کوئی سخت چیز نہ ہو۔
(۲۱) پاؤں کے چھلّے اور جو گہنا گٹوں پر یا گٹوں سے نیچے ہو اس کے نیچے سیلان شرط ہے۔
(۲۲) گٹّے۔ (۲۳) تلوے۔ (۲۴) ایڑیاں۔ (۲۵) کونچیں (خاص طور مردوں کی)
فائدہ: وضو میں پانچ مواقع اور ہیں جن کی احتیاط خاص مردوں پر لازم:
(۲۶) مونچھیں۔ (۲۷) صحیح مذہب میں ساری داڑھی دھونا فرض ہے یعنی جتنی چہرے کی حد میں ہے نہ لٹکی ہوئی کہ ہاتھ سے گلے کی طرف کو دباؤ تو ٹھوڑی کے اُس حصّے سے نکل جائے جس پر دانت جمے ہیں کہ اس کا صرف مسح سنّت اور دھونا مستحب ہے۔ (۲۸ و ۲۹) داڑھی مونچھیں چھدری

ہوں کہ نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو کھال پر پانی بہنا۔ (۳۰) مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپا لیں تو انہیں ہٹا ہٹا کر لبوں کی کھال دھونا اگرچہ مونچھیں کیسی ہی گھنی ہوں۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد دوم، کتاب الطہارۃ)

قارئین! امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے فتاوی میں جا بجا اس قسم کی نادر علمی تحقیقات اور باریک بینیاں آپ کے ہر قاری پر روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ آپ نے غسل کی احتیاط کے زمرے میں جسم کے ستر حصوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ حقوق العباد کے ذکر میں والدین کے اسی حقوق برجستہ ذکر کیا ہے۔ پانی کی ڈیڑھ سو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ آپ کے فتاوی کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر قاری کو یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آپ کے فتاوی یقیناً عطایائے نبویہ ہیں۔

***

ازالۂ فریب

امام احمد رضا خان غلط فہمیوں کے درمیان

مولانا صادق رضا مصباحی، دہلی

الزام لگانا بہت آسان ہے مگر اسے ثابت کرنا بہت مشکل۔ پڑھے لکھے اور سنجیدہ لوگوں کا یہ شیوہ نہیں کہ کسی پر تہمت لگائیں اور دلوں کو مجروح کریں۔ آج تو علم کا دور ہے، ریسرچ کا وقت ہے اور حقائق سے دوستی کرنے کا زمانہ ہے، اگر کسی کے بارے میں کوئی غلط فہمی ہے تو اسے زائل کرنا کوئی بہت مشکل کام نہیں بشرطیکہ غیر جانب داری برتی جائے اور معروضی انداز سے جائزہ لیا جائے۔ برصغیر کے عظیم عبقری اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری اس عظیم ہمالیائی شخصیت کا نام ہے جو اتفاق سے آج تک غلط فہمیوں کے ہالے کے درمیان ہے۔ مولانا احمد رضا نے اپنی پوری عمر بلکہ اپنی پوری زندگی کا لمحہ لمحہ شریعت اسلامیہ کے فروغ میں گزارا اور بدعات وخرافات کے خلاف ایک زبردست مہم چلائی۔ ان بدعات وخرافات کے خلاف نہ صرف یہ کہ خود کمر بستہ ہوئے بلکہ اپنے خلفا اور شاگردوں کو بھی اس کے لیے تیار کیا۔ ان خلفا اور شاگردوں نے مولانا احمد رضا کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔ انہوں نے کتابیں لکھیں، تقریریں کیں، تنظیمیں بنائیں، ادارے قائم کیے اور دنیا والوں تک اسلام کی صحیح تصویر پیش کی۔ یہ محض عقیدت کی بنیاد پر نہیں لکھا جا رہا ہے بلکہ ان کی کتابیں اور تحریریں ہمارے اس دعوے کو یقین وصداقت کی روشنی سے معمور کر دیتے ہیں جس سے ان کا بڑا سے بڑا مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا مگر اس پڑھے لکھے اور ترقی یافتہ دور میں اسے ہم اپنی کم نصیبی کہیں یا کچھ اور کہ ہم اب تک امام احمد رضا کے متعلق غلط فہمی کے شکار ہیں اور بڑی آسانی کے ساتھ ان کی شخصیت سے وہ ساری چیزیں منسوب کر دیتے ہیں جس کے خلاف وہ زندگی بھر برسر پیکار رہے۔ آج برصغیر میں بدعات وخرافات

کی جوگرم بازاری ہے ان کا مولانا احمد رضا سے منسوب کیا جانا ان کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ہم ذیل میں ان بدعات وخرافات کی ایک اجمالی سی فہرست پیش کررہے ہیں جس کے خلاف مولانا احمد رضا زندگی بھر اپنی زبان وقلم کا دہانہ کھولے رہے۔

تعزیہ داری:

اسلامی سال محرم شریف کا آغاز ہوتے ہی مسلمانوں کے معاشرے میں کچھ ایسے کام شروع ہوجاتے ہیں جو قطعی ناجائز وحرام ہیں ۔مسلمان تعزیہ نکالتے ہیں اوراس میں زبردست مقابلہ آرائی ہوتی ہے۔ڈھول باجے تاشے کے ساتھ ان تعزیوں کوشہر کی گلیوں سڑکوں سے گزارا جاتا ہے،نوحہ خوانی کی جاتی ہے،تعزیوں کے نئے نئے ڈیزائن بنائے جاتے ہیں،سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا تصور کر کے نقد پیسہ، پھول،عطر،اگربتی اورزیورات وغیرہ پیش کیے جاتے ہیں اور مسلمان منت مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔مولانا احمد رضا اس مروجہ قبیح بدعت کے خلاف یوں قلم طراز ہیں:

''اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے،قطعاً بدعت وناجائز ہے۔''

(اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الہند والشہادۃ:ص ۴)

تعزیہ داری کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض وروگردانی کریں ،اس کی جانب دیکھنا ہی نہیں چاہیے۔اس کی ابتدا،سنا جاتا ہے کہ امیر تیمور بادشاہ دہلی کے وقت سے ہوئی۔واللہ تعالیٰ اعلم　(عرفان شریعت اول)

امام احمد رضا نے اس مروجہ تعزیہ داری اوراس سے منسلک دیگر قبیح رسومات کے خلاف مستقل ایک کتاب تحریر فرمائی اورلوگوں کو صحیح راہ دکھائی۔کتاب کا نام یہ ہے:اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الہند والشہادۃ

قوالی اور سماع:

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اعراس کے مواقع پر بزرگوں کے مزارات پر قوالیاں ہوتی ہیں۔قوالی

پڑھنے والے عموماً ایسے لوگ ہوتے ہیں جو غیر شرعی امور کا ارتکاب کرنے میں کوئی باک نہیں محسوس کرتے۔ ان کا مطمح نظر صرف اور صرف واہ واہی لوٹنا اور پیسہ کمانا ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ قوال حضرات ایسا کلام پیش کرتے ہیں جو گمراہیت اور کفر کی حدوں تک پہنچ جاتا ہے۔اس کے لیے دلیل یہ دی جاتی ہے بزرگوں نے بھی قوالی سنی ہے حالانکہ بزرگوں پر یہ ایک طرح کا افترا ہے، انہوں نے قوالی ضرور سنی ہے مگر شرع کی پاسداری کے ساتھ سنی ہے۔مولانا احمد رضا اس مروجہ قوالی کے خلاف بہت سخت تیور میں قلم آرا ہیں:

''ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہ گار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا گناہ بھی اس عرس کرنے والے کے ماتھے۔قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمے حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسے ہی عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علاحدہ۔وجہ یہ ہے کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا، ان لوگوں کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا۔اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔'' (احکام شریعت: جلد اول، ص ۳۳)

مولانا احمد رضا نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف مکمل قلمی جہاد فرمایا۔اس کے لیے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے اور ''احکام شریعت''، ''الملفوظ'' اور ''فتاویٰ افریقہ'' میں بھی اس کی تردید ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے اس فتنے کو بند کرنے کے لیے دو مستقل کتابیں تحریر کیں۔(۱) مسائل سماع (۲) اجل التحبیر فی حکم السماع والمز امیر

مزارات پر عورتوں کی حاضری:

آج بزرگوں کے مزارات پر غیر شرعی رسوم اتنے زیادہ ہونے لگے ہیں کہ روحانیت بالکل

ختم ہوچکی ہے۔خاص طور پر خواتین کی کثرت نے یہاں کے ماحول کو بہت زیادہ پراگندہ کر دیا ہے۔عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہوتا ہے، دھکا مکی ہوتی ہے اوراس کے ذیل میں بہت سارے گندے امورفروغ پاتے ہیں۔ایسی صورت میں کوئی تقویٰ شعاراوراحتیاط پسند شخص وہاں جانے کے لیے بھی سوبارسوچتا ہے۔مجاوروں نے مزارات اوردرگاہوں کوکھانے کمانے کا دھندہ بنالیا ہے اور یہ دھندہ بڑی تیزی سے پھل پھول رہا ہے۔علمااس کے خلاف تقریریں کرتے ہیں،تحریریں لکھتے ہیں مگر یہ مجاورحضرات بازنہیں آتے اور بازبھی کیوں کر آئیں جب ان کا اس سے مفادوابستہ ہو۔ان کو اس سے کوئی غرض نہیں چاہے ان کے اس فعل سے اسلام بدنام ہواور چاہے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔اگر یہ مجاورحضرات چاہیں تومزارات پر کسی بھی طرح کا کوئی بھی غیرشرعی کام انجام نہ پاسکے مگر چوں کہ انہیں نذرانے اور چڑھاوے ملتے ہیں اس لیے یہ سب روارکھا جاتا ہے۔اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا قادری نے بڑے غضب ناک لہجے میں اس کا ردفرمایااورلوگوں کوتنبیہ کی:

''غنیۃ میں ہے، یہ نہ پوچھوکہ عورتوں کا مزار پرجانا جائز ہے یانہیں بلکہ یہ پوچھوکہ اس عورت پرکس قدرلعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اورکس قدرصاحب قبرکی جانب سے۔جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔سوائے روضۂ انور کے کسی مزار پرجانے کی اجازت نہیں۔''

(الملفوظ: جلددوم،ص۱۱۷)

وہ مزارات پرتو درکنارقبرستان بھی عورتوں کے جانے کے خلاف ہیں،ایک مقام پرلکھتے ہیں:

''عورتوں کومزاراتِ اولیاومقابرِعوام دونوں پرجانے کی ممانعت ہے۔''

(احکام شریعت: دوم،ص۱۸)

ان کے فتاوے اورملفوظات میں جگہ جگہ اس کی تردیدنظرآتی ہے۔اس کے لیے فتاویٰ رضویہ،احکام شریعت اورالملفوظ کے بعض مندرجات دیکھے جاسکتے ہیں اورپھر یہ دوکتابیں بھی اس

سلسلے میں ان کے نظریات کا تعین کرنے میں مدد کرتی ہیں۔(۱) جمل النور فی نھی النساء عن زیارة القبور (۲) مروج النجاء لخروج النساء

مزارات پر سجدہ کرنا:

اللہ عزوجل کے سوا کسی کو بھی سجدہ کرنا روا نہیں ۔ یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی مسلمان غیر خدا مثلاً مزار کے سامنے یا پیر و مرشد کے سامنے اسے خدا سمجھ کر سجدہ نہیں کرتا بلکہ اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر محبت وعقیدت میں سجدہ کرتا ہے، اسے سجدۂ تعظیمی کہتے ہیں ۔شریعت اسلامیہ نے اس سجدۂ تعظیمی کو بھی حرام و ناجائز کہا ہے۔اس کی اجازت کسی بھی طرح نہیں دی جاسکتی مگر اس وقت دل کو بڑی چوٹ سی لگتی ہے کہ جب ہم مزارات کے سامنے لوگوں کو زمین پر پیشانی رکھتے یا مزار کی چوکھٹ پر سجدہ ریزی کرتے دیکھتے ہیں ۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ جہلا یہ سب اندھی عقیدت میں کرتے ہیں، پڑھے لکھے حضرات اس سے دور رہتے ہیں ۔مجاور حضرات اس لیے منع نہیں کرتے کہ اولاً عام طور پر تو وہ نرے جاہل ہی ہوتے ہیں اور ثانیاً زائرین کو منع کرنے میں خود ان کا نذرانہ اور چڑھاوا بند ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔اس سجدۂ تعظیمی کو جاہل پیروں اور صوفیوں نے بہت رواج دیا ہے۔مولانا احمد رضا نے اس قبیح اور انتہائی مضرِ دین رسم کے خلاف جم کر کہا اور لکھا۔چنانچہ اس بابت انہوں نے دو کتابیں تصنیف کیں ۔(۱) الزبدة الزکیہ فی تحریم سجود التحیة (۲) مفاد الحبر فی الصلوٰة بمقبرة اوجنب قبر۔اپنے متعدد فتاووں اور ملفوظات میں بھی انہوں نے اس کے خلاف تحریر کیا ہے۔اول الذکر کتاب میں مولانا احمد رضا نے متعدد آیات کریمہ، چالیس احادیث نبویہ صحیحہ اور ایک سو فقہی جزئیات ونصوص نیز اقوال بزرگان دین سے اس سجدۂ تعظیمی کی حرمت کا حکم بیان فرمایا ہے۔
اس کتاب کے متعلق ہندوستان کے معروف عالم دین مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں:

''وھی رسالة جامعة تدل علیٰ غزارة علمہ وسعة اطلاعہ یہ ایک جامع رسالہ ہے جس سے ان (مولانا احمد رضا) کے وفور علم اور وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔''

(نزھة الخواطر: جلد ہشتم،ص ۴۰)

اس سجدے کے متعلق امام احمد رضا کے قلم کا غضب ناک تیور دیکھیے:

☆ مزارات کو سجدہ یا اس کے سامنے زمین چومنا حرام ہے۔

☆ زمین بوسی حقیقتاً سجدہ نہیں کہ سجدے میں پیشانی رکھنی ضرور ہے جب یہ اس وجہ سے حرام اور مشابہ بت پرستی ہوئی کہ صورۃً قریب سجود ہے، تو خود سجدہ کس درجہ حرام اور بت پرستی کا مشابہ تام ہوگا۔

فرضی قبریں:

یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی قوم کا اس کے مذہب کے نام پر بڑی آسانی سے استحصال کیا جا سکتا ہے۔ اس خصوص میں مسلمان اپنے مذہب اور اپنی روایتوں کے بارے میں بڑے حساس واقع ہوئے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ انہیں حساس ہونا بھی چاہیے مگر معاملہ اس وقت بگڑ جاتا ہے جب اس مذہب کی آڑ میں غلط کام کیے جاتے ہیں جس سے پورا مذہب بدنامی کا شکار ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو فرضی قبروں کے مجاور بنے بیٹھے ہیں۔ جاہل عوام وہاں چڑھاوے چڑھاتے ہیں، نیاز کرتے ہیں، قوالیاں ہوتی ہیں، خواتین کی کثرت سے حاضری ہوتی ہے اور نہ جانے کیا کیا غلط کام ہوتا ہے۔ مگر چوں کہ ان فرضی قبروں سے مجاوروں کی اچھی خاصی آمدنی ہوتی ہے اس لیے یہ دھندا بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اور آج کل یہ بڑی نفع بخش تجارت ہوگئی ہے۔ ذرا دیکھیے امام احمد رضا ان فرضی مزارات کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

''فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔''

(فتاویٰ رضویہ: چہارم، ص ۱۱۵)

ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

''۔۔۔۔۔۔جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی، اس کی زیارت کرنی فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں۔۔۔۔۔۔'' (حوالہ سابق)

مولانا احمد رضا کی احتیاط کا تو یہ عالم ہے کہ قبر کے بوسے اور طواف سے بھی منع کرتے ہیں:

''بلاشبہہ غیر کعبۂ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسۂ قبر میں علما کا اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔''

(احکام شریعت: حصہ سوم، ص ۳/ فتاویٰ رضویہ: حصہ دہم، ص ۷۷)

ایک دوسری جگہ یوں رقم طراز ہیں:

''مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے، ناجائز ہے کہ تعظیم طواف مخصوص بخانۂ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیے۔''

حتیٰ کہ امام احمد رضا نے قبر کو اونچی بنانے سے بھی لوگوں کو سختی سے منع کیا ہے اور اس طرح کی بدعات وخرافات کے خلاف فرمایا کہ:

''قبر کو اونچا بنانا خلاف سنت ہے۔'' (الملفوظ: سوم، ص ۷۹)

یہ تمام مندرجات اس بات کی شہادت فراہم کررہے ہیں کہ امام احمد رضا پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ اس سے بالکل بری ہیں۔ اس کے موجد امام احمد رضا اور ان کے پیروکار نہیں بلکہ جاہل لوگ ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی غیر اسلامی حرکتوں کو بڑے طنطنے کے ساتھ کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کا دین وشریعت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ انہیں ہر صورت میں اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے۔

غلط فہمی کے ذمے دار صرف اور صرف متبعین ہیں:

ایک اہم بات یہ ہے کہ امام احمد رضا کے ماننے والوں نے بھی انہیں غلط فہمیوں کے درمیان محصور کردینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے بلکہ میں تو یہی کہوں گا کہ ان کی مخالفت کا سب سے بڑا ذریعہ ان کے متبعین ہی ہیں۔ امام احمد رضا کو وصال فرمائے ہوئے تقریباً سو سال مکمل ہورہے ہیں مگر آخر کیا وجہ ہے کہ لوگوں میں امام احمد رضا کے متعلق غلط فہمی کی دھند نہیں چھٹی ہے بلکہ مجھے تو ایسا محسوس

ہوتا ہے کہ کہیں کہیں اس غلط فہمی میں اضافہ ہی ہوا ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کے متبعین نے امام احمد رضا کے نام پر اپنے مفاد کی دوکان چمکانے کی شعوری کوشش کی ہے۔ان کا نام تو بہت لیا ہے مگر ان کا کام کم کیا ہے۔ میں بابانگ دہل کہتا ہوں کہ جو تعمیری کام نہیں کرتے وہ امام احمد رضا کے نہیں ہوسکتے کیوں کہ امام احمد رضا کی زندگی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ وہ صرف اور صرف کام کے آدمی تھے۔ انہوں نے زندگی بھر کام کیا ہے، کام کرنے والے افراد پیدا کیے ہیں، کام کرنے والے لوگوں کو اپنے قریب کیا ہے اور کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔مسلک اعلیٰ حضرت یعنی مسلک اہل سنت وجماعت کے فروغ واستحکام کے لیے اگر کوئی دنیا کے کسی بھی گوشے میں بیٹھ کر کام کرتا ہے تو وہ حقیقتاً امام احمد رضا کا آدمی ہے، وہ امام احمد رضا کا ہے اور امام احمد رضا اس کے ہیں، چاہے وہ امام احمد رضا کے نام اور کام سے آشنا ہو یا نہ ہو۔اس کے برخلاف جو کوئی ان کا نام تو لیتا ہے، ان کے گیت سنتا بھی ہے سناتا بھی ہے، نعرے بھی لگاتا ہے، نذرانے بھی بٹورتا ہے اور جیسے تیسے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے کر داد وتحسین وصول کرتا ہے مگر ان کا کام نہیں کرتا، ان کے کہے پر عمل نہیں کرتا، حقیقت یہ ہے کہ وہ ان کا آدمی نہیں، ان کا متبع نہیں۔ وہ اپنی عقیدت کے ہزاروں دیپ جلالے امام احمد رضا نہ اس کے کبھی ہوئے ہیں اور نہ ہوسکتے ہیں، امام احمد رضا سے اس کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ ایسے لوگوں کو ایک بات ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ نام لینا ضروری نہیں بلکہ کام کرنا ضروری ہے۔

اخیر میں ہم ایک گزارش ضرور کریں گے کہ جو لوگ غلط فہمی کے شکار ہیں انہیں امام احمد رضا کو ایک مرتبہ ضرور پڑھنا چاہیے، اگر ہم جانب دار رہیں تو حقائق ہم پر ضرور منکشف ہوجائیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ان کے نظریات کو بالکلیہ قبول ہی کرلیں مگر ان کے متعلق اپنے نظریات کا قبلہ تو ضرور درست فرمالیں۔آج علم کی دنیا ہے، معلومات کی دنیا ہے، حقائق کی دنیا ہے، ایسے میں بھی اگر ہم غلط فہمی رکھتے ہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ ہم خود اپنی پڑھی لکھی ذات سے صحیح انصاف کر پا رہے ہیں۔

***

شرعی رہنمائی

ماسک لگا کر اور صف میں فرجہ چھوڑ کر نماز ادا کرنا اور مسجد میں سینیٹائزر کا استعمال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام درج ذیل مسائل میں

(۱) فی الحال کروناوائرس کی وجہ سے مسجدوں میں نماز ادا کرنے کے لیے حکومتی آڈر ہے کہ ماسک لگا کر ہی نماز ادا کریں تو کیا موجودہ صورت میں ماسک پہن کر نماز ادا کرنے کی شرعاً اجازت ہوگی؟

(۲) حکومتی آڈر ہے کہ مسجد میں محدود لوگ نماز ادا کریں اور وہ بھی ڈسٹینس یعنی دوری بنا کر مطلب یہ کہ ایک صف میں دو لوگوں کے درمیان فاصلہ ہو تو پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کا گیپ نماز میں موجودہ صورت حال کے پیش نظر جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) کروناوائرس سے بچنے کی احتیاطی تدابیر میں سے ایک سنیٹائزر لکوڈ ہے جسے مسجد میں چھڑکنے کا حکومتی آڈر ہے۔ تو کیا اس کو مسجد میں چھڑک سکتے ہیں یا نہیں؟

مستفتی (حضرت مولانا) سید ارشد اقبال مصباحی (صاحب دام ظلہ)

خطیب و امام انوار خالد شاہ مسجد۔ ایکٹنول، بنونی، ساؤتھ افریقہ

الجواب ـــــــــ بعون الملك الوهاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

(۱) حالت نماز میں کپڑے وغیرہ کے ذریعہ منہ اور ناک چھپا لینے کو عندالاحناف "تلثم" کہتے ہیں۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے:

"التلثم تغطية الأنف والفم في الصلاة"

یعنی ''تلثم'' نماز میں ناک اور منہ چھپا لینے کو کہتے ہیں۔''

[حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ج ۱ ص ۳۵۰۔ فصل فی المکروہات]

اور تلثم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کے بموجب فقہاے کرام کے نزدیک بلا عذر مکروہ تحریمی ہے۔

مبسوط سرخسی میں ہے:

''(ویکرہ فی الصلاۃ تغطیۃ الفم) لحدیث أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم «نہی أن یغطی المصلی فاہ» ولأنہ إن غطاہ بیدہ فقد قال کفوا أیدیکم فی الصلاۃ، وإن غطاہ بثوب فقد نہی عن التلثم فی الصلاۃ، وفیہ تشبہ بالمجوس فی عبادتہم النار''

یعنی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کو منہ چھپانے سے منع فرمایا، کے سبب نماز میں منہ چھپانا مکروہ ہے۔ اور اس لیے کہ اگر منہ کو ہاتھ سے چھپاؤ گے تو نماز میں ہاتھ لٹکیں گے۔ اور اگر کپڑے سے چھپاؤ گے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں منہ اور ناک چھپانے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس میں مجوس کی آگ کی عبادت کرنے سے مشابہت ہے۔

[مبسوط سرخسی: ج ۱ ص ۳۱۔ مکروہات الصلاۃ]

البحر الرائق میں ہے:

''ومن المکروہ التلثم وتغطیۃ الأنف والوجہ فی الصلاۃ لأنہ یشبہ فعل المجوس حال عبادتہم النیران''

یعنی نماز میں تلثم اور ناک اور چہرے کا چھپانا مکروہ ہے۔ کیوں کہ وہ مجوس کی عبادت نیران کے حال کے مشابہ ہے۔'' [البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ج ۲ ص ۲۷۔ عقص شعر الرأس في الصلاۃ]

مگر موجودہ صورت حال میں جب کہ کرونا وائرس سے حفاظت کی غرض سے منہ اور ناک کو ڈھکنے اور چھپانے کی حکومتی پابندیاں عائد ہیں، ماسک لگا کر نماز ادا کرنا عذر شرعی ہوگا۔ اور ضرورت کے

مطابق اس کو پہن کر نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔جیسا کہ خود فقہاے کرام نے ضرورت کے وقت تلثم کے جواز واباحت کی تصریح فرمائی ہے۔اوراس کی کراہت کو عدم عذر پر محمول کیا ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

''أن تغطية الفم منهى عنها فى الصلاة لما رواه أبو داود وغيره وإنما أبيحت للضرورة''

یعنی منہ کو چھپانا نماز میں منع ہے۔جیسا کہ ابوداؤد اوران کے علاوہ نے اس کو روایت کیا۔البتہ ضرورت کے وقت جائز ہے۔ [البحرائق شرح کنزالدقائق:ج۲ص۲۷۔عقص شعرالرأس في الصلاة]

الدرالمختار میں ہے:

''يكره...التلثم ....بلا عذر''

یعنی نماز میں منہ اور ناک چھپانا بغیر عذر مکروہ ہے۔ [الدرالمختار:ج۱ص ۶۵۲]

ردالمحتار میں مکروہات کے ضمن میں ہے:

''ومنها ... تغطية الأنف والفم ....بلا عذر''

یعنی ناک اور منہ بلا عذر چھپانا مکروہات میں سے ہے۔

[ردالمحتار:ج۱ص ۶۵۴۔فروع......التلثم والتنخم وکل عمل قلیل بلاعذر]

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

''يكره للمصلى أن يغطى فاه وفى الخانية وأنفه من الصلاة وهذا الذى ذكرنا فى غير حالة العذر''

یعنی نمازی کے لیے اپنے منہ کو چھپانا مکروہ ہے اور خانیہ میں ہے اور ناک (بھی) نماز میں۔اور یہ جو ہم نے ذکر کیا حالت عذر کے علاوہ میں ہے۔

[فتاوی تاتارخانیہ:ج۲ص۱۹۹۔فصل ما یکرہ للمصلی ومالا یکرہ]

الحاصل: کروناوائرس کی اس مصیبت میں پوری دنیا گرفتار ہے۔مسجدوں میں نماز پر پابندیاں ہیں۔ایسی صورت میں اگر ماسک لگا کر مسجد میں نماز ادا کرنے پر مسجدوں میں نمازیں پڑھنے کی حکومتی

اجازت حاصل ہو رہی ہو تو ضرور حاصل کی جائے۔ اور ماسک لگا کر ہی نماز ادا کی جائے۔ عذر شرعی کے تحقق کے سبب نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔ ہاں البتہ جہاں کوئی پابندی نہ ہو یا کسی طرح کی گنجائش نکل رہی ہو کہ اگر ماسک لگائے بغیر بھی نماز ادا کریں گے تو انہیں قانوناً کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو پھر ان پر لازم ہوگا کہ وہ بغیر ماسک ہی نماز ادا کریں۔ کیوں کہ جب ضرورت ختم ہوگئی تو عذر بھی ختم ہو گیا اور جب عذر نہیں تو اباحت بھی ختم ہو جائے گی۔ اور بلا عذر ماسک لگا کر نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا۔

البحر الرائق میں ہے:

''أبيحت للضرورة ولا ضرورة إذا أمكنه الدفع''

یعنی تلثم ضرورتاً جائز ہے البتہ جب اس کو دفع کرنا ممکن ہو تو ضرورت نہیں رہے گی۔

(۲) صف میں فرجہ چھوڑنا مکروہ تحریمی و خلاف سنت ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بأيدي إخوانكم ولا تذروا فرجات للشيطان ومن وصل صفا وصله الله، ومن قطع صفا قطعه الله''

یعنی صفیں درست کرو اور کاندھے سیدھے رکھو۔ اور صف کے رخنے بند کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے صف میں رخنے نہ چھوڑو اور جو صف کو ملائے اللہ تعالیٰ اسے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ تعالیٰ اسے قطع کرے۔

[سنن ابوداوٗد: ج ۲ ص ۱۷۸۔ باب تسویۃ الصفوف۔ رقم الحدیث، ۶۶۶]

امام اہل سنت احادیث کریمہ و نصوص فقہیہ کی روشنی میں حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کسی صف میں فرجہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جب تک اگلی صف پوری نہ کرلیں صف دیگر ہرگز نہ باندھیں۔'' [فتاوی رضویہ جدید: ج ۷ ص ۴۹]

ہاں البتہ اگر واقعی شدید ضرورت اور عذر شرعی پایا جائے تو اجازت ہوگی۔ کیوں کہ

ضرورت، حاجت، عذر اور دفع حرج وضرر کے موقع پر ممنوعات مباح ہو جاتے ہیں شرعاً۔ جیسے صف میں تنہا کھڑے ہونے کو فقہا نے مکروہ لکھا ہے لیکن جب اگلی صف میں جگہ باقی نہیں ہے کہ کھڑا ہو سکے تو اس عذر کے سبب تنہا کھڑا ہونا جائز ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

''ثم الصلاة منفردا خلف الصف إنما تكره إذا وجد فرجة في الصف فأما إذا لم يجد فلا تكره؛ لأن الحال حال العذر وإنها مستثناة ألا ترى أنها لو كانت امرأة يجب عليها أن تقوم خلف الصف؛ لأن محاذاتها الرجل مفسدة صلاة الرجل فوجب الانفراد للضرورة''

یعنی نماز میں صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے جب کہ صف میں جگہ موجود ہو اور اگر جگہ نہ ہو تو مکروہ نہیں کیوں کہ عذر کی حالت مستثنیٰ ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اگر صف میں عورت ہو تو مرد کو صف کے پیچھے کھڑا ہونا واجب ہے کیوں کہ مرد کا عورت کے مقابل کھڑے ہونا مفسد نماز ہے۔ اس لیے ضرورتاً تنہا کھڑا ہونا واجب ہے۔'' [بدائع الصنائع: ج۱ص ۲۱۸۔ فصل بیان مایستحب في الصلاة وما یکرہ]

مقتدی کا در میں کھڑا ہونا، امام کا یا مقتدی کا بلند جگہ پر کھڑا ہونا، امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا اور اس کے علاوہ بہت سی صورتیں ہیں جو فقہائے کرام کے نزدیک مکروہ ہیں لیکن ضرورت وعذر کے پیش نظر جائز ومباح قرار دی گئیں۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

'' مگر مواضع ضرورت مستثنیٰ رہتے ہیں، الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں (مجبوریاں) ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔) اور حرج بیّن وضرورت ومشقت شدیدہ کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے۔

وما جعل عليكم في الدين من حرج، لا ضرر ولا ضرار، يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر،

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، نہ تو کسی سے نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ تمھیں کسی تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔"

[فتاوی رضویہ جدید: ج۲۱ ص ۱۹۷]

بالجملہ: اگر حکومتی پابندی کے سبب واقعی سخت ضرورت وحرج شدید کی صورت ہو تب صف میں فرجہ چھوڑ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہوگی۔ اور اگر حکومتی سخت پابندی نہ ہو، یا ہو مگر نمازیوں کو یقین ہو کہ وہ صف کی سنت پوری کرتے ہوئے نماز ادا کر سکتے ہیں اور ان کا قانوناً کوئی نقصان نہ ہوگا تو پھر ان کے لیے ضرورت کا عذر ختم ہو جائے گا۔ اور ان کے لیے فرجہ چھوڑ کر نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی رہے گا۔

(۳) کرونا وائرس کی وجہ سے چند ماہ میں پوری دنیا میں سنیٹائزر (sanitizers) عام ہو گیا ہے۔ کہیں بھی جائیے اس سے بچنا مشکل ہو گیا ہے۔ اسپتال وکلینک، آفس، وغیرہ میں عام طور پر اس کا استعمال ہے۔

اس کا حکم بیان کرنے سے پہلے سر دست ہم اتنا بتا دیں کہ سنیٹائزر جو عموماً مارکیٹ میں دستیاب اور حکومتی سطح پر جسے استعمال کرنے کا اعلان ہے اس میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے۔ اور یہ الکحل کئی طرح کا ہوتا ہے عموماً سنیٹائزر میں دو طرح کا الکحل ملا ہوا ہوتا ہے:

(۱) میتھائل الکحل۔ میتھانول (methanol.) - (۲) ایتھائل الکوحل، ایتھانول (eethanol) اسے اسپرٹ بھی کہتے ہیں۔ اور چوں کہ شراب عموماً اسی کی ہوتی ہے۔ تو خدشہ ہوتا ہے کہ لوگ کہیں پی نہ لیں اس لیے اس کو ڈینیچر ڈ الکحل (denatured alkohel) بنا دیا جاتا ہے۔ تا کہ یہ پینے کے قابل نہ رہے۔ ڈیٹول وغیرہ کا جو سنیٹائزر ہے وہ ڈینیچر ڈ الکحل (denatured alkohel) والا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عام طور پر سنیٹائزر میں الکحل ہوتا ہے۔ اور فقیر کی اب تک کی معلومات کے مطابق ایتھانول الکوحل ہی اس میں عموماً ملایا جاتا ہے۔ وہ بھی ستر فی صد۔

الحاصل: ایتھائل (اسپرٹ) والا سنیٹائز کا استعمال خواہ داخلی ہو یا خارجی ہرگز جائز نہیں

ہے۔ یہ پیشاب کی طرح ناپاک اور نجاست غلیظہ کے حکم میں ہے۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں:

"ان اسبار تو وهی روح النبیذ خمر قطعا بل من اخبث الخمور فهی حرام ورجس نجس نجاسة غلیظة کالبول"

یعنی اسپرٹ، نبیذ کی روح اور قطعی طور پر شراب ہے بلکہ یہ سب سے زیادہ خبیث شراب ہے پس یہ پیشاب کی طرح حرام ہے ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے''۔ [فتاویٰ رضویہ جدید: ج۴ ص۵۴۲]

لہٰذا اسے مسجد میں استعمال کرنا قطعی جائز نہ ہوگا۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں:

''ہاں مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جن کو لونڈر کہتے ہیں ملانے سے اس کی بدبو جاتی رہتی ہے اس صورت میں جائز ہو جائے گا بشرطیکہ اس لونڈر میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شئ نہ ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے۔

دُرمختار میں ہے:

کرہ إدخال نجاسة فیه فلا یجوز الاستصباح بدهن نجس فیه

مسجد میں نجاست داخل کرنا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا ناپاک تیل کے ساتھ وہاں چراغ جلانا درست نہیں'' [مرجع سابق: ج۸ ص۱۰۲]

اور فرماتے ہیں:

''اسپرٹ، حرام ہی نہیں بلکہ نجس بھی ہے، اپنے ہی منہ میں پینا، تو حرام و نجس چیز کھانے پینے کا آج کل ہر شخص کو اختیار ہے، مگر مسجد کے برتن نجس کئے کہ مسلمانوں کے جامہ و بدن ناپاک اور وضو و نماز باطل ہوں، یہ صاف دلیل ہے کہ یہ شخص شریعت پر سخت جری و بیباک ہے۔''

[مرجع سابق: ج۱۴ ص۳۷۴]

اور فرماتے ہیں:

''اسپرٹ، خواہ کوئی بلا، جس دوا میں اس کا جز ہو خواہ کسی طرح اس کی آمیزش ہو اس کا کھانا پینا بھی حرام، اس کا لگانا بھی حرام، اس کا بیچنا خریدنا بھی حرام، طبیب کہ اس کا استعمال بتائے بتلائے

گناہ و آثام۔ یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح ومعتمد ہے۔'' [مرجع سابق: ج ۲۴ ص ۱۹۳]

الغرض یہ حکم تو اس سنیٹائزر کا ہے جس میں ایتھانول الکوحل کی آمیزش ہو۔ اور جس میں ایتھانول نہ ہو میتھانول ہو تو بھلے ہی اس کا حکم زیادہ سخت نہیں ہے پھر بھی اس سے بچنا بھی لازم وضروری ہے۔ اسے بھی علما نے حرام ونجس قرار دیا ہے۔

فقیر کی معلومات کے مطابق مارکیٹ میں بغیر الکوحل سنیٹائزر بھی موجود ہیں اور حکومتی سطح پر ان کے استعمال سے بھی کام چل رہا ہے تو پھر ان ناپاک ونجس سنیٹائزر سے بچنا لازم وضروری ہوگا۔ مسجد کو حتی الامکان ناپاک ونجس چیزوں سے آلودہ نہ ہونے دیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ریٹھ جو شرعاً پاک ہوتی ہے، مسجد نبوی کی دیوار پر لگی ہوئی دیکھی تو کراہت وناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے خود اپنے دست مبارک سے صاف فرما کر مسجد کی حرمت واحترام کی طرف متوجہ فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

''رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نخامة فی القبلة فشق ذلك علیه حتی رئی فی وجهه فقام فحكه بیده'' [مشکاۃ المصابیح: ج ا ص ۱۳۲۔ باب المساجد ومواضع الصلاۃ]

جب پاک مگر خلاف طبع چیز بھی مسجد میں لگانے کی اجازت نہیں تو پھر الکوحل جو عند العلما والمحققین ناپاک ونجس ہے اس کا استعمال مسجد میں کیسے جائز ہوگا؟ البتہ موجودہ صورت حال کے پیش نظر اگر واقعی ابتلاے عام اور حرج شدید کی صورت ہو اور کوئی ممکنہ صورت وسبیل موجود نہ ہو (جیسے بغیر الکوحل سنیٹائزر) تو دفع حرج وضرورت کے تحت بس حد بھر اس کے استعمال کی اجازت ہونی چاہیے۔ کوشش کی جائے کہ مسجد کے خارجی حصے میں اسے چھڑکا جائے، اگر سخت مجبوری اور پابندی حکومت آڑے آ رہی ہو اور اس سے بچنے کی کوئی سبیل واقعی موجود نہ ہو تو پھر اندرون مسجد چھڑکنے میں کافی احتیاط سے کام لیں۔ اگر ممکن ہو تو اس میں وافر مقدار میں مباح سنیٹائزر ملا لیں یا خوب پانی ملا لیں اگر موقع میسر آئے تو اصل سنیٹائزر ضائع کر کے اس میں پانی یا جائز سنیٹائزر ملا کر چھڑکاؤ کیا جائے۔ الغرض مسجد کو الکوحل والے سنیٹائزر سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

لب لباب فتوی:

(۱) حالت نماز میں ماسک منہ سے ہٹالیا جائے۔لیکن اگر قانونی کارروائی کا خوف ہواور یقین ہوکہ حالت نماز میں بھی مشکل درپیش ہوسکتی ہے تو پھر شرعاً عذر کے سبب موجودہ حالات میں ماسک لگا کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہوگی۔البتہ جہاں قانوناً ایسی کوئی پابندی نہ ہوصرف اس وہم کی بنیاد پر کہ دوسرے کی بیماری انہیں اڑکر لگ سکتی ہے ماسک پہن کر نماز پڑھی گئی تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔اوراس فرسودہ وخلاف شرع وہم کا وبال ومواخذہ الگ۔

(۲) حالت نماز میں صف میں فرجہ چھوڑنا مکروہ تحریمی وخلاف سنت ہے۔لیکن اگر واقعی قانونی پابندی ایسی ہوکہ اس سے نجات کی کوئی صورت فی الحال نہ ہوتو بس عذر کی حدتک فرجہ رکھنے کی اجازت ہوگی۔البتہ صرف بیماری اڑکر لگ جانے کے وہم کی بنیاد پر صف میں فرجہ چھوڑنا سخت ناجائز ومکروہ تحریمی اور خلاف سنت ہے۔

(۳) مسجد میں سنیٹائزر جس میں الکوحل کی آمیزش ہواستعمال کرنا ناجائز ہے۔اگر واقعی قانونی پابندی ایسی ہوکہ جس سے چھٹکارہ موجودہ صورت حال ممکن نہ ہو(حالانکہ ایسا ہے نہیں)تو پھر شرعاً حد بھر اس کے استعمال کی اجازت ہوگی۔کوشش کی جائے کہ بغیر الکوحل سنیٹائزر ہی مسجد وغیرہ میں استعمال کیا جائے۔

(نوٹ) یہ جواز کی تینوں صورتیں ان اعذار وحاجات کی بنیاد پر ہیں جن کو دفع کرنا ممکن نہ ہواگر یہ عذر وحاجت کسی طرح ختم ہوسکتا ہوتو پھر جواز کی کوئی صورت نہیں رہے گی۔

البحر الرائق میں ہے:

"أبيحت للضرورة ولا ضرورة إذا أمكنه الدفع"

یعنی ضرورت تب ہے جب کہ اس کا دفع کرنا ممکن نہ ہواگر دفع کرنا ممکن ہوتو پھر وہ ضرورت نہیں رہتی۔ هٰذا ما عندي والعلم عند الله تعالىٰ

کتبــــــــــــہ

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ ۸،شوال المکرم ۱۴۴۱ھ

***

فکر و خیال

صاف گلا

امام احمد بن حنبل اور جناب یحیی بن معین نے ایک مسجد میں نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک خطیب، واعظ، قصہ گو، مبلغ یا کچھ بھی نام دیجیے، وہ جلوہ فرما ہوئے اور وعظ شروع کیا۔ علم کے ایسے پہاڑوں کے سامنے لب کشائی بہت ہی عجیب تھی، لیکن اس سے عجیب تھی اس شخص کی بیان کردہ حدیث کی ''سند''۔۔۔کوئی بیس ورق کی حدیث بیان کی اور کہا: ''یہ حدیث مجھے احمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے بتائی ہے''۔

ان دونوں صاحبوں کی موجودگی میں ان کے نام سے اتنا بڑا جھوٹ۔۔۔۔!!!

یہ دونوں صاحب ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں کہ یہ ''جھوٹ'' اس سے قبل ہم نے سنا تک نہیں، اور اس ''بدبخت واعظ/ خطیب/مبلغ'' کو اس سے پہلے دیکھا بھی نہیں، یہ کیسا ظالم ہے کہ ''ہمارے سامنے ہمارے نام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ والا پہ جھوٹ گھڑ رہا ہے''۔

بہرحال اب اس کے من گھڑت افسانہ کے خاتمے کا انتظار تھا تاکہ اسے کچھ سمجھایا جاسکے، اس کو اس بدترین کام سے روکا جاسکے، اسے بتایا جاسکے کہ جو تم کام کر رہے ہو یہ وہی ہے جس کے بارے میں قرآن عظیم نے فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ

پس ایسے لوگوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنے ہی ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں ''یہ اللہ کی طرف سے ہے'' تاکہ: اس کے عوض تھوڑے سے دام کمالیں۔ پس ان کے لیے ان کے ہاتھوں سے لکھنے کے سبب (بھی) ہلاکت ہے اور اس کے سبب (بھی) ہلاکت ہے جو وہ کمارہے ہیں۔

امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین محوِ حیرت وافسوس اس کا قصہ ختم ہونے کے منتظر ہیں۔ اس کا وعظ ختم ہوا، جھوٹے افسانہ پہ جو ملا اس کو لینے کے بعد وہ شخص بیٹھ گیا کہ ہوسکتا ہے کہ کسی اور ''سخی'' کا دریائے سخاوت جوش میں آئے اور وہ اسے مزید نوازے۔ اسی دوران جنابِ یحیی بن معین

نے اسے الگ بلایا۔ وہ بڑی خوشی سے آیا کہ شاید کوئی بڑاانعام ملنے والا ہے۔ جنابِ یحیی نے کہا: یہ حدیث تجھے کس نے بتائی؟

واعظ/خطیب: احمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے۔

جنابِ یحیی بن معین: میں یحیی بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں۔ ہم نے تو اس قسم کی حدیث سنی بھی نہیں۔ اگر تو نے جھوٹ ہی بولنا تھا تو کسی دوسرے کا نام لے لیتا (ہمارے سامنے ہم پر ہی جھوٹ۔۔۔!!!)

واعظ/خطیب (ڈھٹائی سے): تو یحیی بن معین ہے؟؟؟

جنابِ یحیی بن معین: ہاں

واعظ/خطیب (طنزیہ انداز میں): میں ہمیشہ سے سنتا چلا آ رہا تھا کہ یحیی بن معین بڑا بیوقوف ہے۔ لیکن مجھے اب آ کر یقین ہوا۔۔۔!!!!

جنابِ یحیی بن معین: تجھے کیسے پتا چلا کہ میں احمق ہوں؟

واعظ/خطیب (ڈھٹائی سے): تم کیا سمجھتے ہو کہ دنیا میں کوئی دوسرا احمد بن حنبل اور یحیی بن معین نہیں؟ میرے پاس سترہ احمد بن حنبل اور یحیی بن معین ہیں جن سے میں حدیثیں روایت کرتا ہوں۔۔۔!!!

اس سے پہلے کہ جنابِ یحیی بن معین کچھ کہتے جنابِ امام احمد بن حنبل نے حضرت یحیی کو روک دیا اور کہا: اسے جانے دو۔

وہ واعظ/خطیب/مبلغ ان دونوں حضرات کا مذاق اڑانے کے سے انداز میں اٹھ کر چل پڑا۔

(الاسرار المرفوعۃ ص54،55)

خطیبوں، مقررین، واعظین و مبلغین کی یہ حالت 1200 سال پہلے کی ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وصال کو لگ بھگ 200 سال کا عرصہ گزرا تھا۔

یہ بات اپنی جگہ ہے کہ وہ دور علم و دانش اور تاریخِ اسلام کا سنہری دور تھا، اور اس قسم کے لوگ انتہائی کم تعداد میں تھے۔ لیکن تاریخ ہمیں یہ بات ضرور بتاتی ہے کہ تاریخِ اسلام کے تابانی دور میں بھی ایسے خطیب، مقرر، واعظ، مبلغ موجود تھے جو کم علمی کے علاوہ بے حیائی، ڈھٹائی، عاقبت نا

اندیشی میں اپنی مثال آپ تھے۔۔۔ دنیا کے مال وزر اور عزت وجاہ کے حصول کے لیے وہ کچھ بھی کہنے اور کرنے میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔۔۔ لیکن چونکہ ہر طرف اصحابِ علم کی موجودگی تھی، لہذا اس قسم کے لوگ اقلیت کی مانند تھے۔ لیکن آج اگر آپ مذہبی محافل میں چلے جائیں۔

میں محفلِ نعت کی بات نہیں کر رہا کہ رطب ویابس جس کی طبیعت ومزاج کا حصہ ہے۔ میں ان محافل کی بات کر رہا ہوں جنہیں علمی دسترخوان کا نام دیا جاتا ہے۔ جنہیں وعظ ونصیحت کی مجلس کہا جاتا ہے۔ جن کا انعقاد عامۃ المسلمین کو پند ونصیحت کے لیے ہوتا ہے۔

ایسی عظیم علمی واصلاحی محافل واجتماعات میں جب خطیب/مبلغ صاحب کی باری آتی ہے تو ''خدا کی پناہ۔'' میرا تعلق میدانِ تدریس سے ہے اس وجہ سے عوامی جلسوں اور اجتماعات میں شرکت بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن جب بھی کسی جلسے واجتماع میں شرکت ہوئی تو خطیبوں کے جھوٹ سن کر دل ودماغ پر ایسی کاری ضربیں لگتی ہیں کہ جن کو میں الفاظ نہیں دے سکتا۔

شریعت کی ایسی غلط ترجمانی کہ شاید یہود ونصاری کے خطیبوں اور واعظوں نے بھی اپنے ادیان کی ایسی غلط ترجمانی نہ کی ہو۔

وطنِ عزیز کا ایک بڑا طبقہ ''مولویوں'' سے بیزار ہے، اور ایک بڑی تعداد تو ایسے لوگوں کی ہے جو ''اسلام'' ہی سے دور ہو چکے ہیں۔

میرا ماننا ہے کہ عام لوگوں کی علماء سے اور اسلام سے بیزاری کا ایک بڑا سبب اس قسم کے خطیب، واعظ، مبلغ اور مقررین بھی ہیں۔

یہ لوگ اگر تھیٹر کی زینت بنتے، اسٹیج ڈرامے کے ذریعے لوگوں کو ہنسا کر ان سے پیسے وصولتے تو شاید اتنا زیادہ برا نہ ہوتا، جتنی برائی ان لوگوں کے دینی لبادہ اوڑھنے میں ہے، محراب ومنبر جیسے مقدس مقامات پہ جھوٹ بولنے میں ہے، دین کی غلط تشریحات میں ہے۔

میرا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ 100 میں سے 100 خطیب، واعظ، مقرر ومبلغ ایسے ہیں۔ لیکن میرا ماننا ہے کہ 100 میں سے 90 خطیب، واعظ ، مقرر ومبلغ ''ایسے ہی ہیں۔'' میرے اعداد وشمار میں غلطی ہو سکتی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ''ایسے خطیب ومبلغین تاحال موجود ہیں جن کے علم، وعظ ونصیحت، دینِ اسلام کی ترجمانی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے'' لیکن میری دانست میں ان کی تعداد 10 فیصد سے زیادہ نہیں۔

باقی 90 فیصد یا کم وبیش وہ لوگ ہیں جن کی مثال امام احمد بن حنبل و جنابِ یحیی بن معین کے سامنے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرنے والے واعظ و مبلغ جیسی ہے۔ اور ایسے نا سور سنی، شیعہ، دیوبندی، وہابی سبھی کے ہاں بکثرت ہیں۔ ؎

ہاں حالیؔ گستاخ نہ بڑھ حدِ ادب سے — باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے
ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب — یاں جنبشِ لب خارج از آہنگ خطا ہے

میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں مجرم صرف وہی لوگ نہیں، بلکہ ہم سبھی اس گناہ میں کسی ناں کسی طریقہ سے ملوث ہیں۔

کبھی چپ رہ کر ہم مجرم بنتے ہیں تو کبھی ان کی حوصلہ افزائی کر کے۔ کبھی اپنے جلسوں اور اجتماعات میں بلا کر ہم گناہگار ہوتے ہیں تو کبھی ان کی بے جا تعریف کر کے۔

یہ بات اپنی جگہ ہے کہ اس وقت یہ لوگ اکثریت میں اور خدا ترس اور اصحابِ علم خطباء و مقررین اقلیت کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ اور آج کے دور میں ان عاقبت نااندیشوں کا مقابلہ محالاتِ عادیہ جیسا ہے۔ لیکن عربی میں کہا جاتا ہے:

"ما لا یُدرَكُ كُلُّه لا یُترَكُ كُلُّه"

جو چیز ساری نہ ملے اسے یکسر چھوڑا نہیں جاتا۔

اللہ کریم کا ارشادِ گرامی بھی ہے:

"فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ"

جتنی طاقت ہے اس قدر تقوی اختیار کرو۔۔۔

سو ہمیں چاہیے کہ ہم سب سے پہلے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری سمجھیں، اور پھر جو کردار ادا کر سکیں وہ ضرور کریں۔ اس فتنہ سے موجودہ اور آنے والی نسلوں کو جس طرح بچا سکیں ضرور بچائیں۔ تاکہ روزِ محشر اپنی ذمہ داریوں کے سوال کے جواب میں کچھ کہنے کے قابل بن سکیں۔

چمن زمان
رئیس جامعۃ العین۔ سکھر
22 رجب المرجب 1441ھ/ 18 مارچ 2020ء

***

مسئلہ لا عدوی پر دو باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ____ اس مسئلہ لا عدوی میں جو احباب ہم سے اختلاف کر رہے ہیں وہ شش و پنج کا شکار ہیں۔ ان کے ایک ہاتھ میں احادیث نبویہ ہے اور دوسرے ہاتھ میں سائنسی ہفوات۔

۱۴۰۰ سال سے زائد سے یہ ہوتا آیا کہ کہ جب حکم قرآن اور احادیث میں بظاہر کوئی تفاوت نظر آتا یا دو احادیث اپنے الفاظ ظاہری کی بنیاد پر متصادم نظر آتی تو علماے ربانیین خدام دین اپنے فکر و تدبر سے اس ابہام یا اشکال کو دور کرنے کے لیے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے کہ قول مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا پر حرف نا آئے اور انہیں کاوشوں کا انہیں ثمرہ ملا کہ ان کے قلم کی سیاہی خونِ شہید سے افضل ٹھہری۔

اپنی جلسہ گاہوں میں یہ کہہ دینا بہت آسان کہ اللہ عزوجل کے کلام اور مصطفی جان رحمت کے قول میں قیام قیامت تک کوئی سقم نہیں بتا سکتا مگر وہی شخص جب عمل کے میدان میں آتا ہے اور جہاں اس نے ذرا کوئی ایسی بات پائی جو اس کی سائنس سے ٹکرائی وہ ایک آن میں حدیث پاک کو سائنس پر تولتا نظر آتا ہے۔ میرے عزیز یہ تقابل ہی غلط ہے۔ میزانِ سائنس پر قرآن اور حدیث نہیں بلکہ قرآن اور حدیث میں آئے احکام پر سائنس کو تول اگر مطابق پائے تو اپنی تحقیق پر حمد بجا لا اور اگر اللہ تعالی نے یہ سعادت تیرے نصیب میں نہیں رکھی تو اس کو یہ کہہ کر چھوڑ دے کہ میری عقل قاصر ہے مگر علم، علما کی گردن پر امانت ہے ضرور کوئی بندۂ خدا آئے گا اور اس اشکال کو حل کر دے گا۔

ہاے افسوس یہ دور ادبار دیکھنا نصیب میں تھا کہ باطل خداوندان سائنس کو راضی رکھنے کے لیے دین میں بے تکی گنجائشیں ڈھونڈی جا رہی ہیں۔

امام اہل سنت نے اپنے رسالۂ مستطاب تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون اور الحق المجتلی فی حکم المبتلی (۱۳۲۴ھ) میں ہر دو طرح کی حدیثوں کا ذکر فرمایا پھر

ان کے درمیان ایسی توجیہات فرمائیں اور ان کے درمیان نظر آنے والے ظاہری تفاوت کو دور فرمایا کہ آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور دل راضی۔

خوب فرصت کے ایام ہیں مدرسے بند ہیں اور کاروبار بند جیسے، ان رسالوں کا مطالعہ کیجیے جب جہاں جو اشکال پیدا ہوا سے نوٹ کیجیے اور دیکھیے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سچے محب کے قلم سے نکلے اس شاہکار کو ختم رسالہ تک ان شاء اللہ سارے اشکالات دور ہو جائیں گے۔

درود و سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دلوں کے طبیب بیمار بدنوں کے لیے عافیت و شفا اور آنکھوں کی روشنی اور اس کا اجالا ہیں اور ان کی آل پر جو طیب و طاہر ہیں اور ان کے اصحاب پر جو نجوم ھدی ہیں صبح قیامت تک اللہ تعالیٰ کے علم قدرت کے مطابق۔

(تحریر کا مقصد درِدل کا اظہار ہے نا کہ کسی کی تحقیر، تنقیص یا دل آزاری)

اس میں جو حق وصواب ہے وہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور کوئی غلطی ہو تو یہ میری شامت نفس جس کے لیے اللہ تعالی کے حضور عفو و درگزر کا طالب ہوں۔ والسلام

اقبال شیخانی، ممبئی

***

اختر قادری خلد میں چل دیا　　　خلد وا ہے ہر اک قادری کے لیے

(حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ)

برادرانِ اہل سنت، بالخصوص وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ برکاتیہ ومحبانِ خانوادہ اعلیٰ حضرت کو ''دوسرا سالانہ عرس تاج الشریعہ'' بہت بہت مبارک ہو۔

بارگاہ رب لم یزل میں دعا ہے کہ رب کریم اپنے اس محبوب بندے کے روحانی، عرفانی، علمی فیضان سے ہم سب کو بہرہ ور فرمائے اور آپ کا روحانی فیضان پر سب پر قائم ودائم فرمائے، نیز ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبحق الغوث الاعظم محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طالبِ دعا

یکے از غلامانِ حضور تاج الشریعہ

ابوسنان عتیق الرحمٰن رضوی، مالیگاؤں

حیرت اندر حیرت اندر حیرتم

پہلے محافل کا انعقاد علمائے کرام کیا کرتے تھے تو خطاب کے لیے بھی وہ علما ہی کو دعوت دیتے تھے۔ جب سے جہلا نے قبضہ کیا تو خطاب کے لیے بھی جہلاء کو بلایا جانے لگا۔ نتیجتاً روز بہ روز، ہدایت کے بجائے، گمراہی پھیلتی چلی گئی اور اب جہالت کی یہ گرم بازاری، اوج وعروج پر ہے۔

لیس البلیة فی أیامنا عجبا :: بل السلامة فیها أعجب العجب

ماضی قریب میں جتنے خطبا گزرے ہیں وہ سب اہل علم تھے۔ بھلے وہ مفتی یا شیخ القرآن نہ سہی لیکن جو کچھ بیان کرتے تھے، اس پر انھیں مکمل گرفت ہوتی تھی۔ اور اسلاف کی تعلیمات کو ہمہ وقت پیش نظر رکھتے تھے۔ عقائدِ اہل سنت وجماعت سے وہ خوب آگاہ تھے لہذا سامعین کو درست عقائد کی ایسی تعلیم دیتے کہ وہ محفل سے سرشار ہو کر اٹھتے۔

وہ مایہ ناز خطبا، علم وفن کے ساتھ ساتھ، اَخلاق وآداب کی خوشبو بھی بکھیرتے چلے جاتے تھے۔ یوں تعلیم وتربیت، دونوں عناصر ساتھ ساتھ پروان چڑھتے رہتے۔

ان خطبا کی نشست وبرخاست میں بھی ایک دلآویزی ہوتی تھی۔ دیکھنے والوں کو بہت متاثر کرتی۔ طہارتِ جسمانی کے ساتھ طہارتِ قلبی ان کے حرف حرف سے ٹپکتی۔ اللہ اکبر! حضرت بیدل کے بقول ؎

پاکی چو بحر موج زند از جبین شاں
قومے کہ از گدازِ تمنا وضو کنند

ان خطبا کا ایک فیض یہ بھی ہوتا کہ ان کی موجودگی میں کوئی قاری، تجوید کے اصولوں سے انحراف کر کے تلاوت نہ کرتا۔ یونہی کوئی نعت خواں ایسے اشعار کا انتخاب نہ کرتا جو عامیانہ ہوں جن میں ادب واحترام کی فضا نہ قائم ہو بلکہ ایسے نعتیہ کلام کا انتخاب کیا جاتا جسے سن کر ایمان تازہ ہو جاتا اور آنکھیں فرطِ محبت سے اشکبار ہو جاتیں۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کا کلام، آپ کے برادر

حضرت حسن رضاؔ کا کلام، متقدمین کا فارسی و عربی کلام۔ غرض ہر وہ کلام جس میں فن کی چاشنی کے ساتھ ادب واحترام اور مضامین کی رفعت وندرت ہوتی وہی ہدیۂ سامعین کیا جاتا۔

کاش! وہ محفلیں لوٹ آئیں۔ کاش! اہلِ دل خطبا، نہاں خانوں سے نکل آئیں۔ کاش عوام کو دیکھنے والی آنکھ عطا ہو جائے۔ کاش! اُجڑے دیار میں پھر بہار آجائے۔ اور کیا کہوں؟ کیا لکھوں؟ اور کیسے لکھوں!! ؎

زباں ز نکتہ فروماند و راز من باقیست
بضاعت سخن آخر شد و سخن باقیست

اسیرِ اہلِ دلاں- خاکسار

ابوالحسن واحد رضوی

17 مارچ 2020ء

***

اہل قلم توجہ فرمائیں

معززقارئین کرام!

فروغ رضویات کا آن لائن مجلہ سہ ماہی **المختار**، مالیگاؤں پیش کرنے جا رہا ہے، **خلفاے اعلیٰ حضرت کے تذکرے** پر خصوصی شمارہ، آپ بھی اپنے مضامین، مقالات، نظموں، تاثرات اور مناقب درشانِ خلفاے اعلیٰ حضرت کے ساتھ اسلاف شناسی کے اس کاروان میں شامل ہو جائیں۔

اپنی نگارشات ہمیں وہاٹس ایپ کے ذریعے
+919096957863 پر یا ای میل آئی ڈی sahebzada92@gmail.com
پر ارسال کریں۔ جزاکم اللہ خیرا کثیرا

ممنون: فقیر قادری ابوسنان عتیق الرحمٰن رضوی، مالیگاؤں

کورونا وائرس: مذہبی پابندیوں پر ہمارا موقف کیا ہونا چاہیے؟

متعدد جگہوں سے فون کال موصول ہورہے ہیں اور کئی احباب یہ دریافت کررہے ہیں کہ بہت ساری جگہوں پر انتظامیہ نے مسجدوں کی ذمہ داران، ائمہ اور مسجد کمیٹیوں کو طلب کیا ہے اور سعودی عرب کی عمرہ اور اب جماعت بندی کے بعد اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ کورونا وائرس کے ڈر سے احتیاطی تدبیر کے طور پر ہمارے ہاں بھی جمعہ اور جماعت کی پابندیوں پر گفتگو ہو۔

جہاں ہنوز یہ نوبت نہیں آئی، بہت ممکن ہے جلد ہی ایسی صورت حال پیش آئے اس لیے ضروری ہے کہ اس سلسلے میں ہمارا موقف واضح ہو، ایسے تمام احباب سے جواباً عرض ہے:

ہر چند کہ یہ تسلیم ہے* کورونا* پوری دنیا کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ثابت ہو چکا ہے اور بزعم خویش میڈیکل سائنس کی طرم خان دنیا معمولی ذرات سے عملاً شکست خوردہ ہو چکی ہے، فی الوقت ہمارے ملک میں کورونا وائرس کا جس طرح خوف دکھایا جارہا ہے، وہ ماڈرن طبقات کے لیے بھلے بڑا تیر ہو، اسلامی تعلیمات سے آشنا اور عملاً پیروکار طبقے کا دل آج بھی اس کی دہشت سے مرعوب نہیں، اس لیے پختہ کار مسلمان احتیاطی تدابیر کے نام پر اپنائے جانے والے طریقوں سے اسی حد تک متفق ہوسکتا ہے، جب تک یہ تدبیریں اور طریقے راست مذہبی امور کی انجام دہی میں مخل نہ ہوں، لہٰذا:

(الف) ہم یہ تو کرسکتے ہیں کہ کورونا کے ڈر سے عائد حکومتی احکام پر عمل کرتے ہوئے اپنے جلسے، جلوس، عرس، نشستیں اور شادیاں وغیرہ موقوف کردیں، یا ان کی اجتماعی شکلیں بدل دیں، جیسے بہت ساری جگہوں پر یہ ہورہا ہے،

(ب) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تعلیم گاہیں مقفل کردی جائیں اور اجتماعی کاموں کو انفرادی شکل دے دی جائے، جیسے بہت سے دینی اداروں نے دی بھی ہے،

لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ:

(ج) شرعی نقطہ نظر سے واجب نماز باجماعت ترک کرنے کا محض ان اندیشوں کی وجہ سے فیصلہ کرلیا جائے،- یا---

(د) ان اندیشوں کی وجہ سے عید ہفتہ نماز جمعہ کے لیے حاضر نہ ہوا جائے، - کیوں کہ:

(ھ) مسلمان اس بات پر مضبوط اعتقاد رکھتا ہے کہ موت وحیات اللہ کے دست قدرت میں ہے اور وہ جب تک نہ چاہے گا، انسان موت کے منہ سے بھی باہر آجائے گا اور جب وہ چاہ لے گا تو محفوظ قلعے بھی انسان کی حفاظت کا کام نہیں کرسکیں گے۔ کورونا وائرس بھی اپنی تمام تر تباہ کاریوں کے باوجود اس کلیہ سے اس لیے مستثنیٰ نہیں کہ اب تک بہت سے کورونا مریضوں نے شفا پائی ہے اور بہت سارے محفوظ علاقوں میں بسنے والے بھی اس کا شکار ہوئے ہیں،

(و) مسلمان یہ پابندیاں اس لیے بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ اگر بفرض محال وہ ان عبادتوں کی بنیاد پر لقمہ اجل بن جاتا ہے تو وہ اسے قبول ہے کیوں کہ وہ ایسی موت کو اپنے حق میں آفت جان نہیں، زندگی کی کامیابی کی ضمانت تصور کرتا ہے،

(ز) ہمارا ملک راست اس بیماری کی جائے پیدائش نہیں بلکہ یہ وبا ہم تک دوسرے ملکوں سے منتقل ہو کر پہنچی ہے اور اس بیماری سے متاثر ہندی، یا غیر ہندی افراد جن جن ملکوں سے لوٹے، یا آئے ہیں، حکومت کے پاس ان کا ریکارڈ محفوظ ہے، حکومت اپنے ریکارڈ کے مطابق ایسے افراد سے متعلق علاقوں میں مناسب کارروائی کرے، لیکن پورے ملک میں عمومی اور یکساں احکام نافذ کرنا نہ صرف یہ کہ درست نہیں بلکہ کسی ہونی/انہونی سے حددرجہ ہراساں کرنا بھی ہے،

(ح) مسلمان نماز باجماعت سے قبل وضو کرتے ہیں اور سائنسی اصولوں کے مطابق وضو جراثیم کش ہے، اس لیے مسلمانوں کی عبادتوں میں اس وبا کی دراندازی کا اندیشہ عام دنیا کے مقابلے بہت کم ہوجاتا ہے،

(ط) جو بہت پرہیزگار اور اسلامی تعلیمات سے قریب ترین مسلمان ہیں، وہ ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرتے ہیں ہیں اور ان کے اسی اہتمام کی وجہ سے ان کے یہاں اس بیماری کا اندیشہ کم از کم ہو

جاتا ہے،

(ی) جمعہ، یا جماعت میں حاضری کا دورانیہ چند منٹوں پر مشتمل اور بہت کم ہوتا ہے اور ایک بہت بڑی تعداد وہ ہے جو جمعہ کے دن بھی صرف دوگانہ کے لیے حاضر ہوتی ہے اور امام صاحب کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی واپس چلی جاتی ہے، اس لیے مسلمان احتیاطی طور پر یہ تو کر سکتے ہیں کہ اجتماعی وقت کم سے کم گزاریں لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ محض اندیشوں کی وجہ سے اپنی جماعتیں ہی ترک کر دیں،

(ک) اجتماعی عبادتوں اور جماعتوں کے علاوہ عام حالات میں بھی مسلمانوں کے ہاں صفائی ستھرائی کے متعلق پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہایت صریح اور گراں قدر تعلیمات موجود ہیں، جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے * صفائی کو آدھا ایمان بتایا ہے اور ظاہر ہے کورونا سمیت ہر وبائی اور جراثیمی بیماری کا بہت بڑا سبب گندگی ہے، اس لیے اس طرح کے وبائی امراض سے مسلمانوں کی بڑی تعداد بحمدہٖ تعالیٰ محفوظ رہی ہے اور ریکارڈ کے مطابق اس وقت بھی ہے، تاہم احتیاطی طور پر یہ ضرور کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان صفائی کے اس اہتمام میں اضافہ کر لیں لیکن بالکلیہ ان عبادتوں کا اجتماعی نظم ہی ختم کر دیا جائے، یہ سعودیہ کے ماڈرن اور مرعوب اسلام میں بھلے ممکن ہو، ہندو پاک کے پختہ کار مذہبی طبقوں میں ممکن نہیں۔

(ل) اجتماعی صفائی کا اہتمام انفرادی سطح پر ممکن نہیں، لہٰذا گورنمنٹ کو چاہیے کہ جہاں وہ مسلسل اجتماعیت پر پابندیاں لگانے کا کام کر رہی ہے، وہیں صفائی کا اہتمام بھی مضبوط ترین کرے تا کہ نالیوں سے اٹھنے والا تعفن، گندگیوں کے ڈھیر کے آس پاس بسنے والی آبادیاں اور نگر نگم وغیرہ کی بے اعتنائی کا شکار باشندے خود کو محفوظ تصور کر سکیں۔

خالد ایوب مصباحی شیرانی
چیرمین: تحریک علمائے ہند، جے پور

***

پانچ معمولات: جن سے بہتری پیدا ہوں

یہ پانچ چیزیں اگر آپ میں پیدا ہوگئی تو جان لیں کہ ایک بہت بڑے انسان کو آپ نے اپنے اندر پیدا کرلیا....

1) ہر ایک کی بے جا تعریفیں کرنا چھوڑ دیں:

یعنی جسکا جو حق بنتا ہے وہ ضرور دیں، مگر اپنے آپ کم تر درجہ پر رکھ ہمیشہ دوسروں کی ذات کو اپنے اوپر ایسے حاوی نہ کرلیں کہ اپکو اپنی ہی ذات کمزور دکھای دے اور اپکا خود اپنے اوپر سے اعتماد اٹھ جائے اور ہر کام میں آپ دوسروں کے محتاج ہوجایں، پھر اسکا دوسرا پہلو یہ نکلتا ہے کہ آپ میں خوشامد کرنے والوں میں شمار ہوتے اور ایک وقت آتا ہے کہ اپکی اپنی بات کی کوئ اہمیت نہیں رہتی......آپ اپنی وقعت ایک شخصیت کے طور پر کھو دیتے ہیں.....

2) تبدیلی سے خوف نہ کریں:

زندگی کبھی بھی متوازن روڈ پر نہیں چلتی، آج حالات اپکے لیے اچھے ہیں، مگر کل کیا ہو، کوئی نہیں جانتا.....آج سے چار ماہ پہلے کون سوچ سکتا تھا کہ ایک وایرس دنیا کے معمولات upside down کردے گا.....اگر آپ گھبرا گھبرا کر زندگی گزاریں گے تو وہ کچھ بھی گنوا سکتے ہیں جو ہاتھ میں ہے..... ہواس پر قابو پانا سیکھیں......جتنی جلد آپ حقیقت کو مان کر دل و دماغ کو قابو کرکے معمولات کو چلانا شروع کریں گے، اتنی جلد آپ اس آزمائش میں بھی رحمت و نعمت کو دیکھنا شروع کردیں گے(blessings in disguise)..... اور برے سے برے حالات میں بھی آپ خوش رہنا سیکھ جایں گے........

adopt according to situationTry to evolve.

ایسے ہی حالات ہوتے ہیں جن سے گزر کر آپ میں وہ کچھ کر گزرنے کی طاقت پیدا ہوجاتی ہے

جو عام متوازن حالات میں آپ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے.....

3) ماضی میں جینا چھوڑ دیں:

ماضی ایک سبق کے سوا کچھ نہیں.....دنیا کا کوئ انسان ایسا نہیں جو ایسی عقل کا مالک ہو جس میں غلطی کرنے کی گنجائش سرے سے نہ ہو.....غلطی کرنا انسان کی عقل کی ناپختگی کو ہی ظاہر نہیں کرتا بلکہ غلطی کرنا ہر انسانی فطرت کا لازمی جز ہے.....کرنا بس یہ ہے کہ اپنے آپ کو کوسنا چھوڑ دیں، سبق سیکھیں اور آگے بڑھ جایں.....آج یہ حالات ہم سے نہ جانے کیا کیا غلطیاں کرائیں، مگر یہ غلطیاں کرنے والے آپ اکیلے نہیں ہوں گے، ہم سب ہی یہ غلطیاں اپنی اپنی زندگی کے مطابق کر رہے ہوں گے.......بس ماضی کو دیکھ کر مایوس نہ ہوں، ہمت نہ ہاریں، چلتے رہیں........ کچھ نہ کچھ آگے بہتر ہی ہونے والا ہے......اس امید سے محنت، کوشش اور لگن کے ساتھ آگے کی طرف تیرتے رہیں....

4) اپنے آپ کو کمتر سمجھنا چھوڑ دیں اور مایوسی سے باہر نکلیں:

جس طرح اپکی ذات اور اس سے جڑی اپکی زندگی Unique ہے، اسی طرح آپکا خدا اور اسکی عنایتیں بھی آپکے لیے Unique ہیں.....اپنی زندگی کا دوسروں سے موازنہ بس اتنی حد تک تو کریں کہ جس سے آپ کو ان سے سیکھنے کا موقع ملے، مگر ایسا موازنہ نہ کرنا کہ جو آپ کو مایوسیوں کے اندھیروں میں دھکیل دے اور آپ کا اپنے آپ پر سے ہی اعتبار اٹھ جائے، آپ کی زندگی کی سب سے بڑی بیوقوفی کہلائے گا......

Your Life is Uniquely Tailored For You and your God's blessings as well

5) ضرورت سے زیادہ سوچنا چھوڑ دیں:

ایک ہوتی ہے قوت فیصلہ اور ایک ہے قوت عمل...... بہتری انکے درمیان میں ہے.....بنا سوچے سمجھے عمل کرنا یا بس سوچتے ہی رہنا اور عمل نہ کرنا.......آپ خود تجزیہ کر لیں کہ کامیابی کہاں ہے.........اور سوچنے کا ڈھنگ یہ رکھیں کہ اپنے سے بہتر تجربہ اور علم والے سے

مشورہ کریں، بشرط کہ وہ آپ سے مخلص ہو.......... پھر اپنے آپ کو اس جگہ رکھ کر سوچیں جو آپ کرنا چاہتے ہیں....... جذباتی پہلو بھی دیکھیں اور عقلی توجیہات کو بھی مدنظر رکھیں...... بعض معاملات میں جذباتی پہلو اہم ہوتا ہے (جیسے عزت وغیرت، ایمان و دین اور دیگر روحانی معاملات) اور بعض اوقات عقلی پہلو اہم ہوتے ہیں (کاروبار، نوکری اور دیگر مادی معاملات)....... میں یہ نہیں کہتا کہ فیصلہ کرتے وقت یہ فلمی ڈائیلاگ کہ ''دنیا کی کیا پرواہ کرنا، جو کرنا ہے کرو، دنیا تو بس بولتی رہتی ہے.....'' پر عمل پیرا ہوں....... یہ سوچ ہر معاملہ پر لاگو نہیں ہوتی....... عملی طور پر آپ معاشرہ سے بالکل کٹ کر نہیں رہ سکتے، بس دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ آپ کے فیصلے کے متاثرین کون ہیں، یعنی اپنے اور پرائے کا تعین کرنا..... اور آپ کا فیصلہ ان کو کس طرح متاثر کرے گے.......

حاصل گفتگو:

میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ جو میں نے تحریر کیا، اسکا اپکے لیے بھی سمجھنا اتنا ہی اہم جتنا آپ کے بچوں اور آنے والی نسلوں کے لیے اہم ہے..... یہ باتیں تعلیم کے نہیں تربیت کے زمرے میں آتی ہیں...... اور ہمارے تعلیمی ادارے ان باتوں کو اپنے نصاب میں کم ہی شامل کرتے ہیں....... یہ فرصت کے لمحات غنیمت ہیں...... اپنا تعلق اپنے آپ سے اور اپنی آنے والی نسل سے مضبوط کریں.... جزاک اللہ

والسلام

احقر العباد

ڈاکٹر سید عدنان خورشید، کراچی، پاکستان

***

تحقیق وتخریج ضروری کیوں۔۔۔؟

تحقیق کا مطلب ہے کہ عبارت میں بعض اوقات کاتب کی غلطی ہوتی ہے جس کے لیے اصل ماخذ دیکھ کراس کی درستگی کی جاتی ہے اور''تخریج'' کا مطلب یہ ہے کہ احادیث کے اصل ماخذ کوتلاش کیا جائے یا کتبِ فقہ میں کسی قول کی اصل تلاش کی جائے مثلاً امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول پڑھا لیکن حوالہ نہیں تھا تو اس قول کے اصل ماخذ تک رسائی کرنا''تخریج'' کہلاتا ہے۔

جب ہم مشکوۃ المصابیح ، ریاض الصالحین پڑھتے تھے تو احادیث تلاش کرنے میں بہت زیادہ مشکل پیش آتی تھی کیونکہ وہاں صرف یہ لکھا ہوتا کہ''رواہ البخاری'' مثلاً ،لیکن باب وغیرہ کا حوالہ نہ ہونے کی بنا پر تلاش کرنے میں کافی وقت صَرف ہو جاتا تھا اسی طرح قدوری ،ھدایہ، الجوھرۃ النیر ہ، اللباب، فتاوی شامی وغیرہ دیگر کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے بھی عجیب صورت حال ہوتی کہ اقوال کی تخریج نہ ہونے کی وجہ سے متعلقہ مقام کا فہم مشکل ہو جاتا کیونکہ سیاق وسباق کی پہچان بھی ضروری ہے اور آج جب مشکوۃ المصابیح ، ریاض الصالحین کے محقق ومخرج نسخے دیکھتے ہیں تو بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے کیونکہ جس حدیث شریف کے اصل ماخذ کو دیکھنا ہو وہ نیچے تخریج دیکھ کر اسی وقت متعلقہ مقام تک رسائی ہوجاتی ہے۔

اسی طرح آج جب ھدایہ،قدوری، الجوھرۃ النیر ہ اور اللباب فی شرح الکتاب دیکھتے ہیں تو عجیب لطف حاصل ہوتا ہے کیونکہ عرب کے عظیم حنفی محقق دکتور سائد بکداش حفظہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ کتبِ فقہیہ پر تحقیق وتخریج کر کے ان کے حُسن میں اضافہ کر دیا اور نسلِ نو کے لیے عظیم سرمایہ فراہم کر دیا کیونکہ اکثر اقوال کے ماخذ تک رسائی آسان ہوگئی ہے اور بعض جگہ جو ابہام تھا وہ بھی تحقیق کے دوران دور کر دیا ہے۔

اسی طرح حاشیۃ ابن عابدین یعنی فتاوی شامی پر دکتور حسام الدین بن محمد صالح فرفور کی

تحقیق وتخریج سے اٹھارہ جلدوں میں دار الثقافۃ والتراث، دمشق سے 1428ھ میں شائع ہوا ہے اور یہ بھی مکمل نہیں بلکہ یہ صرف "کتاب الھبہ" تک ہے، ان شاء اللہ عزوجل باقی حصہ بھی جلدی شائع ہوجائے گا۔ اوراب فتاوی شامی کے اس نسخے کا مطالعہ کریں تو عجیب لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ فقہاء کرام کے اقوال تک رسائی حاصل کرنا بہت آسان ہوگیا ہے۔ اسی طرح دیگر فتاوی جات اور کتبِ فقہیہ پر بھی کام ہو چکا ہے اور بعض کتب پر جاری ہے۔

آج کے دور میں تحقیق وتخریج کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ بعض اوقات ایک ناقل سے خطا ہوتی ہے تو بعد میں آنے والے بھی اسی کی اتباع میں نقل درنقل خطا کرتے رہتے ہیں جیسا کہ علامہ محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وقد یتفق نقل قول فی نحو عشرین کتبا من کتب المتاخرین، ویکون القول خطأ أخطأ به اول واضع له، فیاتی مَن بعده وینقله عنه الخ۔''

خلاصہ یہ ہے کہ متاخرین کی کتب میں سے بیسیوں کتابوں میں کوئی قول غلط منقول ہوتا ہے پھر نقل درنقل آگے کتابوں میں جگہ پاتا رہتا ہے حالانکہ وہ قول خطا پر مبنی ہوتا ہے اور سب سے پہلے ناقل نے نقل کرتے ہوئے غلطی کی تو بعد والے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اسے بعینہ نقل کرتے آئے اور کوئی ایک بھی تحقیق نہیں کرتا تو اس طرح غلطی پھیل جاتی ہے جیسا کہ علامہ ابنِ نجیم مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے "البحر الرائق شرح کنز الدقائق" میں اس پر تنبیہ کی ہے۔

(ثلاث رسائل فی رسم الافتاء، شرح عقود رسم المفتی، مبحث لا یجوز الافتاء بمجرد مراجعۃ کتاب واحد الخ، صفحہ 162، مطبوعہ دار اھل السنۃ، کراچی، طبعہ ثالثۃ 1439ھ۔)

جیسا کہ میرا ذاتی واقعہ ہے کہ "الکلمات الشریفہ" کی جلد اول کے ترجمہ کے دوران صفحہ 22 پر ایک عبارت دیکھی "قال الذھبی رحمہ اللہ فی تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ الحافظ ابی نعیم: کلام ابن مندۃ فی ابی نعیم فظیع" لیکن بسیار کوشش کے باوجود یہ عبارت "تذکرۃ الحفاظ" میں نہ مل سکی بلکہ یہ "میزان الاعتدال" میں موجود تھی، لیکن شیخ محمد بن

احمد عاموہ حفظہ اللہ تعالیٰ نے تذکرۃ الحفاظ کا حوالہ کیسے دیا۔۔؟ تو اس عبارت کو انٹرنیٹ پر تلاش کیا تو یہی عبارت بعینہٖ ظفر احمد عثمانی دیوبندی کی کتاب "قواعد فی علوم الحدیث" کے صفحہ 196 پر موجود تھی اور وہاں بھی یہی حوالہ دیا گیا تھا اور صاحبِ الکلمات الشریفہ نے یہی عبارت مکمل وہاں سے نقل کی تھی لیکن اعتماد کرتے ہوئے تحقیق وتخریج نہیں کی تو محض نقل کا یہ نقصان ہوا کہ حوالہ ہی غلط تھا اسی لیے علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے "قواعد فی علوم الحدیث" کے حاشیہ میں کہا:

"هذا سهو من شيخنا المؤلف سلمه الله،فان الذهبي قال هذا في الميزان في ترجمة ابي نعيم احمد بن عبدالله..."

یعنی یہ ہمارے شیخ ظفر احمد عثمانی سے سہو ہوا ہے کیونکہ علامہ ذہبی نے یہ بات میزان الاعتدال میں ابونعیم احمد بن عبداللہ کے ترجمہ میں کہی ہے۔

(الکلمات الشریفۃ والمنارۃ المنیفۃ، ج 1،ص 22،مطبوعہ دار ابی حنیفہ،یمن،طبعہ اولیٰ 1438ھ۔قواعد فی علوم الحدیث،ص 196،مطبوعہ دار السلام،قاہرہ،طبعہ ثامنہ 1438ھ)

بعد میں مجھے احساس ہوا کہ تحقیق وتخریج کتنی ضروری ہے۔لیکن تحقیق وتخریج کا مقصد نیک ہونا ضروری ہے کیونکہ بعض لوگ اپنے مفادات کی خاطر تحقیق وتخریج کی آڑ میں اپنے عقائدِ فاسدہ کا پرچار کرتے ہیں جیسا کہ مشہور غیر مقلد زبیر علی زئی نے "تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء" لکھی تو اس کتاب میں تقریباً دو صفحات پر مشتمل امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کے تحت ''تحقیق وتخریج'' کے نام پر اپنے باطل عقیدہ کا پرچار کیا۔ملاحظہ فرمائیں۔

(تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء،صفحہ 113،114،مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ،لاہور،پاکستان،طبع 1433ھ)

اور بعض لوگ کتاب کا جدید ایڈیشن تحقیق وتخریج کے نام سے شائع کرتے ہیں مگر ان کا مقصد اصل متن میں تحریف کرنا ہوتا ہے یہ بھی غلط ہے جیسا کہ اہلِ تشیع کرتے ہیں،اس پر ایک واقعہ

پیش خدمت ہے کہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 18 ربیع الآخر 1377ھ میں ''مذہبِ شیعہ'' نامی کتاب لکھی، چونکہ آپ کے پاس اُس وقت مکمل کتبِ قدیمہ موجود تھیں تو آپ نے اُن کے مطابق حوالہ جات لکھ دیئے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اہلِ تشیع نے اپنی اُن کتب میں تحریف کرنا شروع کردی اور بعد میں آنے والے لوگوں کو پروپگینڈا کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ تمام عبارات ہماری کتب میں نہیں ہیں بلکہ یہ ہم پر الزام ہے''۔ جیسا کہ کچھ عرصہ قبل خانقاہِ معظمیہ معظم آباد شریف سے ''مذہبِ شیعہ'' جدید طرز پر شائع کی گئی تو گجرات کے اہلِ تشیع نے کہا:

''اس کتاب میں فلاں عبارت ہماری کتاب 'تفسیر القمی' میں نہیں ہے''۔ تو مفتی محمد عمر فاروق سدیدی صاحب زید مجدہ سے رابطہ کیا گیا آپ کے پاس تفسیر القمی (مطبوعہ منشورات ذوی القربیٰ ایران) موجود تھی، متعلقہ مقام دیکھا تو وہاں محولہ عبارت نہیں تھی، آپ پریشان ہوئے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر دیکھے حوالہ دیا ہو، یقیناً اس کتاب میں تحریف کی گئی ہے، آپ نے اسی وقت اپنے جامعہ کے صدر مدرس علامہ محمد شاہد بندیالوی صاحب زید مجدہ کے توسط سے فیصل آباد کے ایک سنی عالمِ دین سے رابطہ کیا اور وہاں سے بغیر تحریف شدہ کتاب دیکھی تو محولہ عبارت موجود تھی اور وہ حوالہ اہلِ تشیع کو پیش کیا گیا۔ لیکن یہ پریشانی ہوئی کہ اگر ایسا ہوتا رہا تو یہ ہماری نسلِ نو کو اسی پروپگینڈے کے ذریعے گمراہ کریں گے اسی لیے کتاب مذکور (مذہبِ شیعہ) کی دوبارہ تحقیق وتخریج کی جائے اسی سلسلے میں گذشتہ روز مفتی محمد عمر فاروق سدیدی صاحب زید مجدہ نے بندہ ناچیز کو چائے کی دعوت پیش کی تو دورانِ گفتگو اسی پریشانی کا اظہار کیا اور مکمل واقعہ گوش گزار کیا۔ ہم نے اسی وقت انٹرنیٹ سے تفسیر القمی تلاش کی تو وہاں بھی یہ تحریف کی گئی تھی پھر ہم نے ''اصول کافی'' کے حوالہ جات تلاش کیے تو سو صفحات آگے ملے لیکن مشکل درپیش ہوئی۔ صبح بندہ ناچیز نے قبلہ خواجہ محمد معظم الحق معظمی زید مجدہ صاحبِ سجادہ خانقاہِ معظمیہ سے عرض کی اور مکمل صورت حال سے آگاہ کیا کہ پہلے

ہم انٹرنیٹ کا سوچ رہے تھے لیکن وہاں بھی تحریف شدہ کتب رکھی گئی ہیں، تو آپ نے فرمایا! ایک جگہ پر کتبِ قدیمہ بغیر تحریف شدہ موجود ہیں، کچھ دنوں تک ہم وہاں پر رسائی حاصل کرلیں گے ان شاء اللہ عزوجل۔

اسی طرح دیگر کُتُب میں ہمارے علماء وفقہاء نے بہت محنت کی اور اقوال وآثار کو جمع کیا اور ان پاکانِ امت کی صداقت ودیانت میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن آج کے جدید دور میں جب وہ کتب دیکھی جائے تو متعلقہ مقام تک رسائی بہت مشکل ہوتی ہے کیونکہ لکھتے وقت مطبوعات مختلف تھے اور آج جدید دور کے تقاضوں کے مطابق بعض کتب کافی جلدوں میں شائع ہوچکی ہیں جن کے مطابق تحقیق وتخریج کرنا ضروری ہے ورنہ بعد میں آنے والے لوگ صرف متعلقہ کتب دیکھیں گے اور مسئلہ نہیں ملے گا تو ان کا اعتبار اٹھ جائے گا اسی لیے کتبِ قدیمہ کی جدید تحقیق وتخریج کی جائے اور باب، فصل، مبحث، جلد، صفحہ، مطبوعہا ورسنِ طباعت ضرور لکھا جائے۔ اور قدیم الفاظ کو جدید الفاظ سے تبدیل کردیا جائے تاکہ مکمل استفادہ ہوجائے جیسا کہ بہارشریعت میں قدیم الفاظ پڑھتے ہوئے پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگرچہ دعوتِ اسلامی کے مکتبۃ المدینہ نے کافی محنت سے تحقیق وتخریج کردی ہے لیکن ابھی بھی تسہیل کی ضرورت ہے۔

محمد عارف ضیاء البار وی النقشبندی عفی عنہ

خادم العلم الشریف جامعہ معظمیہ معظم آباد شریف، سرگودھا، پنجاب، پاکستان

5 شعبان المعظم 1441ھ/ 30 مارچ 2020ء

***

شفقت نامہ

سہ ماہی المختار، مالیگاؤں کا جہانِ وجاہت: میری نظر میں

حضرت مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری، اٹک، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

محبی مخلصی عزیزی ابوسنان عتیق الرحمن قادری رضوی صاحب زید مجدہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔

آپ نے نہایت ہی تگ وتاز سے کام لیا اور مالیگاؤں سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں سہ مجلہ''المختار'' کا اجراء کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔۔۔اللھم زد فزد۔۔۔۔

اس کا پہلا شمارہ جنوری تا مارچ 2020ء/ 1441ھ میں عالمی ناشر رضویات حضرت علامہ مولانا سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ''جہان وجاہت نمبر'' کی صورت میں مطلع صحافت پر طلوع ہوا ہے۔۔۔آپ نے مجھ ناچیز ہیچ مدان پر کرم گستری فرماتے ہوئے اس کی مجلسِ مشاورت میں فقیر کا نام سرفہرست شامل فرمایا ہے۔ یہ میرے لیے سعادت اور اعزاز سے کم نہیں۔ بہت بہت شکریہ، جزاک اللہ خیرا کثیرا کثیرا۔

آپ نے اسے مجلہ کو افادہ عام کے لیے آن لائن فرما کر احسن قدم اٹھایا ہے۔ عالمی ناشر رضویات حضرت علامہ مولانا سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں اس کا پہلا شمارہ ''جہان وجاہت نمبر'' فروغِ رضویات کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھے گا۔ آپ نہایت

قلیل عرصے میں ایک ''جہان وجاہت'' آباد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔اس جہان کے لیے آپ نے شب و روز ایک کیا۔۔اور پاک وہند کے خواجہ تاشان رضا سے منثور اور منظوم مقالات، مضامین اور تاثرات حاصل کیے، حالانکہ فقیر کو تجربہ ہے کہ نامور اہل قلم سے کسی موضوع پر لکھوانا کتنا مشکل کام ہے۔ ہمارے بعض اہل علم و فضل انتہائی بلندیوں پر فائز ہیں جہاں تک ہماری رسائی ناممکن ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کی نازک مزاجی اور عدیم الفرصتی اس راہ میں حائل ہوتی ہے۔لیکن محبی مخلصی ابوسنان عتیق الرحمن قادری رضوی صاحب زید مجدہٗ نے اس پرخار راہ میں قدم رکھا تو انہیں بھی مشکلات پیش آئیں، آپ نے استقامت دکھائی اور یہ سفر جاری رکھا اور بالآخر نہایت کامیابی سے ساحل مراد تک پہنچ گئے۔۔۔۔الحمد للہ علی ذالك۔۔۔۔دیکھتے ہی دیکھتے آپ نے المختار کا ''جہان وجاہت'' ایسا سجایا کہ جس نے اسے دیکھا بس وہ دیکھتا رہ گیا، پڑھنا شروع کیا تو پڑھتا چلا گیا۔

آپ نے یہ نمبر شائع فرما کر اسلاف شناسی کا نہایت اعلیٰ ثبوت فراہم کیا ہے۔آپ نے نہایت جدید انداز میں اس کی ترتیب و تزہیب فرمائی ہے۔''رونمائی''' کے عنوان سے اداریہ ہے جس میں اس رسالہ اور اس خصوصی اشاعت کی غرض و غایت احاطہ تحریر میں لائی ہیں۔حسن ترتیب کا انداز بھی انوکھا اور البیلا ہے۔ پہلے ''نشان'' جس میں مضمون یا مقالہ کا ہلکا سا اختصار سے نام دیا ہے۔ پھر ''نشان راہ'' کے تحت مضمون یا مقالہ کا مکمل عنوان ہے۔''رہبر'' کے عنوان کے تحت مقالہ نگار کا نام ہے۔اور ''منزل'' کے عنوان سے متعلقہ صفحات کی نشاندہی کی گئی ہے۔۔۔واللہ! کیا خوب حسن ترتیب ہے!!!....

مقالہ نگاروں میں پاک وہند کے نامور اہل علم و قلم شامل ہیں۔ان میں علامہ سید ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سید وجاہت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد حنیف خان رضوی دامت برکاتہم العالیہ، مفتی محمد سلیم بریلوی دامت برکاتہم العالیہ، مفتی ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت

برکاتہم العالیہ، مولانا شاکر القادری، غلام مصطفیٰ رضوی، مولانا ازہر القادری، مولانا محمد صادق اشرف رضوی، ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی، محمد احسان شمسی، مولانا سید غضنفر شہابی، نعیم الاسلام قادری، علامہ سید آل رسول عبدالقادر جیلانی، علامہ شہزادہ سبحان رضا خان سبحانی میاں، مولانا فیاض احمد اویسی، مولانا ابوالرضا گلزار حسین قادری، مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی، مولانا محمد صدیق ہزاروی، مولانا قمر غنی عثمانی، مولانا محمد سلمان رضا فریدی، مولانا ازہار احمد امجدی، مولانا سہیل احمد سیالوی، محمد میثم عباس قادری، مولانا بشارت علی صدیقی، محمد زبیر قادری، سید صابر حسین شاہ بخاری قادری رضوی (احقر) اور ابوسنان عتیق الرحمن قادری رضوی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

اسی طرح منظومات میں نامور شعراے کرام کا کلام شامل ہے۔ ان میں مولانا سید اولاد رسول قدسی، مفتی محمد احمد میاں برکاتی، ڈاکٹر امجد رضا امجد، ابوالحسن واحد رضوی، محمد احسان شمسی، ظفر برہانی، ڈاکٹر محمد مشاہد حسین رضوی، مولانا وصال احمد رضوی، مولانا ازہر القادری، ڈاکٹر سلیم اللہ جندران، نور صدیقی، عروہ فاطمہ قادری، کے نام شامل ہیں۔

علامہ مولانا سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سال وصال کے قطعات لکھنے والوں میں عروس فاروقی، متین کاشمیری شامل ہیں۔ خطیب العصر مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی نے آپ کے سال وصال کے تاریخی مادے نکالے ہیں۔ جو اس نمبر کی زینت ہیں۔ آخر میں علامہ مولانا سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے چند نادر مکتوبات کے عکس دیے گئے ہیں جو آپ نے اس فقیر کے نام ارسال فرمائے تھے۔ آفتاب رضویات علامہ مولانا سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک یادگار وصیت نامہ بھی اس نمبر کی زینت ہے جو مولانا صادق اشرف رضوی نے فراہم کیا تھا۔

المختصر عالمی ناشر رضویات، فخر السادات، حضرت علامہ مولانا سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ''جہان وجاہت نمبر'' - ''سہ ماہی المختار'' مالیگاؤں کا نقش اولیں

ہے۔نہایت ہی قلیل عرصے میں یہ صوروی اور معنوی لحاظ سے بے مثال اور لازوال ہے۔

۔۔۔زندہ باد عتیق الرحمن زندہ باد۔۔۔

سنی صحافت میں ''المختار'' ایک گراں قدر اضافہ ہے۔امید واثق ہے کہ یہ خوب سے خوب تر کی جانب اپنا سفر جاری وساری رکھے گا۔پوری دنیاے اہل سنت کی جانب سے فقیر آپ کو اس کی اشاعت پر ہدیہ تبریک اور مبارک باد پیش کرتا ہے۔

اللہ کرے زور''اشاعت'' اور زیادہ۔اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کے علم وقلم میں مزید جولانیاں عطا فرمائے اور آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور اس کے تمام معاونین کو بھی ہمیشہ شاد وآباد رکھے اور دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیا امتہ وعلما ملتہ اجمعین.......

والسلام مع الاکرام:

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہٗ ''خلیفۂ مجاز بریلی شریف''

مدیر اعلیٰ الحقیقہ: ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب

پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 43710 (۱۹ اپریل ۲۰۲۰ء بروز اتوار بوقت ۵:۰۰ عصر)

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خراجِ عقیدت ببارگاہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ

عالم اسلام کو جانشین حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی ازہری علیہ الرحمۃ کا دوسرا سالانہ یوم عرس مبارک

6، ذی قعدہ 1441ھ/ 28، جون 2020ء

اسلاف شناسی، بزرگوں کے تذکرے، مشائخ کا ذکر اخلاف کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان کی حیات طیبہ کے تابندہ نقوش ہر دَور و زَمانے کے لیے قابل عمل اور رَاہبر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ماضی قریب میں جن بزرگوں نے اپنے علم وفضل، تقویٰ وطہارت اور رُوحانیت سے اسلام کی بے لوث خدمات انجام دی ہیں ان میں مرشد کریم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی بھی محتاج تعارف نہیں، آپ کے علمی ورثے سے آج بھی تشنگانِ علم ومعرفت سیرابی حاصل کر رہے ہیں۔ خانوادۂ رضویہ کا یہ درخشندہ آفتاب عالم اسلام میں اپنی علمی شعاعوں کو بکھیرتا ہوا، ذی قعدہ ۱۴۳۹ ہجری/ ۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء کو ذکر خدا میں مشغول سفر خلد کو چل دیا ؎

مَن مَّاتَ یَقُولُ اَللّٰہُ

ذَاکَ الخَالِدُ مَحیَاہُ

(حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ)

یہ ایک ایسا نا قابل تلافی نقصان تھا، جس کا افسوس نہ صرف خانوادہ امام اہلِ سنّت، برصغیر کے علما ومشائخ کو تھا بلکہ دنیا بھر سے مشائخین عظام نے اپنے غم، اس نعمت کے اٹھ جانے پر افسوس اور آپ کے وصال سے ہونے والے علمی، روحانی خلاء کے مستقبل قریب میں پُر نہ ہونے کا اظہار کیا۔ آپ کے جلوس جنازہ کا منظر کون بھول سکتا ہے؟ سروں کے سمندر محاورے کا نظارہ ہم نے ماتھے کی آنکھوں سے کیا۔ صورت ایسی پیاری پیاری آج بھی تصور میں جگ مگ جگ مگ کرتی ہے، نورانی سراپا جو بلا مبالغہ ہزاروں دلوں کی دھڑکن تھا، جس کے دیدار کی ایک جھلک پانے کے لیے لوگ میلوں سفر کر کر کے آتے، جہاں آپ کی آمد ہوتی عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیلاب امنڈ جاتا۔ وہ اب ہم میں نہیں، مگر آپ کی تعلیمات، ارشاداتِ مواعظ عالیہ آج بھی ہماری رہنمائی کر رہے ہیں ؎

مسلکِ اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو

زندگی دی گئی ہے اسی کے لیے

آپ کے وصال پر ہزاروں علما، مشائخ، اداروں، تنظیموں نے اظہار افسوس اور تعزیتی پیغامات اور تعزیتی نشستوں کا اہتمام کیا، عرس چہلم پر درجنوں اخبارات ورسائل نے خصوصی نمبرات اور ضمیموں کی صورت میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ آپ کی حیات وخدمات کے حوالے متعدد کتب، رسائل منصۂ شہود پر آئے۔ پہلے عرس پر اس میں مزید اضافہ ہوا۔ اور اب بھی اپنے اس عظیم محسن، قائد ورہبر کو خراج عقیدت پیش کیا جا رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اللہ جل مجدہٗ ہم سب پر فیضان حضور تاج الشریعہ قائم ودائم فرمائے۔ آپ کے طفیل ہم سب کو مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت کے ساتھ خدمت دینِ متین کا جذبہ راسخ وصادق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبحق الغوث الاعظم محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یکے از غلامانِ حضور تاج الشریعہ

ابوسِنان عتیق الرحمٰن رضوی، مالیگاؤں

۲۱، جون-۲۰۲۰ء